مثنوی

سوز و گداز عشق

از

نظیر دکھنی

مرتبہ

ڈاکٹر محمد صبغت اللہ

شعبہ اردو

گورنمنٹ آرٹس کالج

بنگلور - ۱

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	نسخۂ دکھنی	۱
۲	تعداد اشعار	۱
۳	عنوان مثنوی	۱
۴	تاریخ تصنیف	۲
۵	مثنوی کا تعارف	۳
۶	داستان مثنوی سوز وگداز عشق	۵
۷	داستان مثنوی پر تبصرہ	۱۱
۸	ستّی	۱۳
۹	ادبی جائزہ	۱۷
۱۰	کردار نگاری	۱۷
۱۱	واقعہ نگاری	۲۰
۱۲	مکالمہ نگاری	۲۲
۱۳	اختصار پسندی	۲۶
۱۴	تہذیبی پس منظر	۲۷
۱۵	نے کا استعمال	۲۹
۱۶	صنائع و بدائع	۳۰
۱۷	اصول املا	۳۱
۱۸	اصول قوائد	۳۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	متن مثنوی	
۱	تمہید (مدح عشق)	۱
۲	آغاز داستان سوز وگداز عشق	۶
	داستان اظہار کرنا بیسر احوال اپنا پیش پدر کے واسطے خواستگاری دختر کے آگاہ ہونا پدر احوال بیسر سے اور خواستگاری کرنا دختر کا مادر سے اس کے	۱۴
۳	تیاری ہونے میں سواری کی شاہ کی واسطے کدخدائی کے	۲۲
۴	داستان سر سوار دلوار پر پڑنے میں اور اس جوان ناشاد کی مرنے میں	۲۴
۵	داستان آگاہ ہونا اس حال سے دختر کا اور ارادہ ستی پڑنے پر ہونا اس بد اختر کا اس بیان میں کیا ہے	۲۷
۶	داستان بادشاہ کو خبر ہونے میں اور ستی ہونے میں اس ماہ کے	۳۱
۷	داستان اجازت دینے میں شاہزادی کی آتش افروزی کی اور جلنے میں اس ماہ کی	۳۶
۸	ترقیمہ	۴۲

نظیر دکھنی کا ایک قادر الکلام مثنوی گو شاعر ہے۔ شاعر کے اس تخلص سے یہ گمان ہوتا ہے کہ کہیں یہ نظیر اکبرآبادی تو نہیں؟ نہیں کیونکہ نظیر اکبرآبادی کی پیدائش ۱۷۳۵ء مطابق ۱۱۴۹ھ اور وفات ۱۸۳۰ء مطابق ۱۲۴۶ھ میں ہوئی۔ یہ مثنوی ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۸۶۳ء میں تصنیف ہوئی یعنی نظیر اکبرآبادی کی وفات کے چالیس سال بعد یہ مثنوی تخلیق ہوئی ہے جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ مثنوی ہذا کا مصنف نظیر اکبرآبادی نہیں یہ کوئی اور شاعر ہے جس کے تفصیلی حالات پردۂ خفا میں ہیں۔ شاعر نے مثنوی میں صرف اپنا تخلص استعمال کیا ہے۔ مثنوی میں اس نے اپنے بارے میں کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ ہی اس کی طرف ہلکا سا اشارہ بھی کیا ہے نہ ہی اپنے کسی ہم عصر کا ذکر جو اس کے حالات زندگی اور جگہ متعین کرنے میں کافی مفید ثابت ہوتے

تعداد اشعار و عنوان مثنوی :-

۵۰۷ اشعار کی یہ مثنوی کل ۷۱ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ شاعر نے مثنوی کے ابتداء میں کوئی عنوان قائم نہیں کیا ہے۔ البتہ ابتدائی ۱۷ اشعار جو صرف عشق کے بارے میں ہیں ان کے خاتمہ کے بعد ایک ذیلی عنوان "آغاز داستان سوز و گداز عشق کی" قائم کرتا ہے ساری داستان عشق ۴۳۶ اشعار میں بیان کرتا ہے۔ ذیلی عنوانات اردو نثر میں لکھے گئے ہیں۔ لہذا اس مثنوی کا عنوان "سوز و گداز عشق" ہی تجویز کیا جا سکتا ہے۔ وہ اس لئے بھی ہے کہ شاعر نے اس عنوان کے تحت عشق کے سوز و گداز کو نمایاں کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

مثنوی کے اس عنوان کی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ تیرھویں صدی ہجری مطابق ۱۹ ویں صدی عیسوی میں اکثر مثنویاں عشق کے عنوان پر

تصنیف ہوئی ہیں۔ جیسے محمد باقر آگاہ (۱۱۵۰ھ) ویلوری کی مثنویاں مثنوی گلدستۂ بہار عشق ۱۲۱۳ھ، نورِ عشق ۱۲۱۴ھ، محبوب القلوب ۱۲۱۵ھ، گلزارِ عشق ۱۲۱۶ھ، حسرت عشق ۱۲۱۶ھ، گلزار عشق ۱۲۱۱ھ، جرأت کی مثنوی حسن و عشق ۱۲۲۵ھ، غلام علی راسخ عظیم آبادی کے مثنوی مکتوب شوق نامۂ عشق، جذب عشق، کشش عشق، اعجاز عشق، حسن و عشق، گنجینۂ عشق، تصدیق حسین خاں نواب مرزا شوق اودھ کی مثنوی زہرِ عشق ۱۲۷۹ھ مطابق ۱۸۶۲ء، بہارِ عشق ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۹ء، فریبِ عشق ۱۸۴۹ء۔ میر محمد تقی میر کی شعلۂ عشق، دریائے عشق، مثنوی عشقیہ، مثنوی معاملات عشق، جوشِ عشق، اعجازِ عشق، جذبۂ عشق ۱۱۹۸ھ مطابق ۱۷۸۳ء، میر محمد رشید علی، مثنوی تکرارِ عشق ۱۳۰۰ھ نصرتی بیجاپوری کی مثنوی گلشن عشق، وجیہہ الدین وجدی کی مثنوی مخزنِ عشق ۱۱۴۴ھ ۔ ممکن ہے نظیر کے پیشِ نظر یہ سارے عنوانات رہے ہوں اور اس نے اپنی مثنوی کا عنوان "سوز و گداز عشق" تجویز کیا ہو۔

جہاں تک اس مثنوی کا تعلق ہے پہلی بار تعارف ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر فہمیدہ بیگم صاحبہ نے مثنویات کی جو کیٹلاگ مرتب کی ہے اس میں مثنوی گو شعراء اور ان کے مثنویات کا جو اندرون ملک و بیرون ملک میں پائی گئی ہیں ان سب کا احاطہ کیا گیا ہے لیکن نظیر کا تذکرہ اس کیٹلاگ میں بھی نہیں ہے۔

<u>مثنوی سوز و گداز عشق کی تاریخ تصنیف:-</u>

پیشِ نظر مثنوی کے اس نسخے سے اس کے سنہ تصنیف پر کوئی روشنی نہیں پڑتی شاعر نے مثنوی میں اس کا تذکرہ نہیں کیا ہے ترقیمہ میں اس طرح درج ہے

"مرقوم بیست و نہم ماہ جمادی الاول روز پنجشنبہ در سن ہجری نبوی صلعم سنہ ۱۲۸۰ھ

صد تو شتم صرف کردم روزگار
صد غلط خطا بتو یادگار"

۲۹ جمادی الاول بروز پنجشنبہ ۱۲۸۰ھ میں یہ مثنوی لکھی گئی نظیر کی اس مثنو

کہا گئی اور نثری یادگار تصانیف کا پتہ نہیں چل سکا ہے تقابلی مطالعہ کیا جا سکتا زبان و بیان اور کمال فن کے اعتبار سے مثنوی سوز و گداز عشق شاعر کے دورِ پختگی کی پیداوار معلوم ہوتی ہے۔ اسی نقطۂ نگاہ سے مثنوی سوز و گداز عشق' زبان' اسلوب بیان اور تخیل کی مشترکہ خصوصیات کے باوجود شاعرانہ کمال اور فن کی پختگی کے اعتبار سے اہم مثنوی مانی جا سکتی ہے۔

اس مثنوی میں نظیر نے شاعرانہ تعلّی یا خودستائی کا راگ نہیں الاپا ہے اور نہ ہی مثنوی کے قصہ کے ماخذ کے بارے میں روشنی ڈالتا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ اس کی اپنی تخلیق ہے اور وہ ایک قادر الکلام شاعر بھی ہے

قدیم مثنویوں میں حمد' نعت' منقبت' مدح پیر یا سلطان یا امیر وغیرہ کے بعد داستان شروع کی جاتی ہے لیکن اس مثنوی میں مدح عشق کے فوراً بعد نظیر نے داستان گوئی شروع کر دی ہے۔ ۱۸۶۰ء یعنی مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد بہت سے شعراء مختلف درباروں سے وابستہ رہے لیکن نظیر نے کسی دربار سے وابستگی نہیں رکھی۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس مثنوی میں شاعر نے کسی بادشاہ یا امیر وغیرہ کی مدح نہیں لکھی

راقم کو یہ مثنوی اپنے دوست محمد یوسف صاحب مدرس مکور کی وساطت سے ملی۔ مثنوی کا یہ نسخہ مجلد ہے لائبریری سائز کتابت اور کاغذ ہر دو اعتبار سے یہ نسخہ قدیم ہے ہر صفحہ پر ۱۳ سطریں ہیں۔ خط نستعلیق۔ کتابت کی غلطیاں بھی بہت کم ہیں۔ کاغذ انگریزی' ہر صفحہ کے آخری سرے پر لنگر کے نشان کا چھاپ رنگ سفید ہے۔ اس جلد میں مثنوی کے علاوہ ایک فارسی رسالہ در تصوف حقیقت الحقائق ۱۱۸۳ھ صرف چار صفحات پر مشتمل ہے۔ پھر پیلے کاغذ پر اردو نثر کا ایک ۱۶ صفحات پر مشتمل ایک مذہبی رسالہ ہے اور ایک ناقص الآخر ۱۲ صفحات کا ایک اور رسالہ جس میں مقولہ فرقہ وہابیہ کا جواب دیا گیا ہے اور یہ جلد یہاں پر ختم ہو جاتی ہے نثر اور نظم کا کاتب الگ ہے لیکن دو کاتبوں نے اس رسالے کو جداگانہ طور پر تحریر کیا ہے۔

آغاز مثنوی

یا الٰہی یہ عشق کیا ہے شے ۔ ہے ہر ایک شے میں کل شے سے ہے

یعنی موجود ہے ہر ایک شے میں ۔ ہر کسی کے ہے یہ رگ و پے میں

شان جب کا نزول شان سے ہے ۔ یعنی واللہ ہر جان جان سے ہے

اختتام

زور ہے میاں یہ آب و تاب تیرا ۔ مار قدم ہیں شیخ و شاب تیرا

بس کہاں تک نظیر دل جوشی ۔ بہتر بیان بہتری ہے خاموشی

مثنوی کے تمہیدی اشعار :-

شاعر نے مثنوی کے تمہیدی اشعار میں مثنوی کے مرکزی خیال یعنی عشق کے سوز و گداز کی بیان کیا ہے۔ شعر

سوز دل سے کہیں اٹھے نالے ۔ کہیں نکلے جگر کے پرکالے

کہیں سوز و گداز ڈالے ہے ۔ کہیں عشوہ و ناز پالے ہے

کہیں کچھ ربط و آشنائی کی ۔ کہیں کچھ ضبط ہے جدائی ہے

دل کسی کا مروڑ دیتا ہے ۔ چند گہ وہ ہیں چھوڑ دیتا ہے

کہیں شوخوں کی جولانی ۔ ہے کہیں بار جبین پیشانی

کہیں مدہوش ہوگیا پروانہ ۔ شمع پر جا گرے ہے مستانہ

من لگن شمع کا ہے لگن ۔ پر پروانہ کا ہے جیب کفن

کہیں شیریں کو کر دیا دلدار ۔ کہیں بیداد تیشۂ فرہاد

قیس سے گا کہیں آوارہ ۔ جان لیلیٰ پہ ہے کہیں آرا

یوسف حسن کو دیکھا اب بام ۔ ہے زلیخا کو کر دیا بدنام

کہیں منہ پر کو سر کے جھگڑے ۔ کیا عمر مالنی کے پیچھے در پئے

وصل سے ہجر ہجر سے ہے وصل ۔ فرع دو ہیں اگرچہ ہے ایک اصل

کام میں اپنے کام پکا ہے ۔ تو کہا یا ہو ہوا پکا ہے

کھلے سے عشق تیرا ایمان و نوال ۔ مرحبا مرحبا تعالیٰ تعالیٰ

مدح کے بعد داستان کا آغاز ہوتا ہے۔

داستان سوز و گداز عشق :

حکایت ہے کہ کسی زمانے میں دو نوجوان ہندو دھرم کے ماننے والے برہمن تھے۔ ان دونوں میں بچپن ہی سے عشق تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ عشق بھی پائیدار ہوتا گیا۔ جب بھی وہ آپس میں ملتے ایک دوسرے کو دیکھ کر رو دیتے۔ دونوں کو پل بھر کی دوری گوارا نہیں تھی نیلے چرخ نے ان پر ستم ڈھایا اور ان کو جدا کر دیا۔ کافی دن بعد جب ان کی پھر سے ملاقات ہوئی تو دونوں نے اپنی کسمپرسی کی حالت کا گہرائی کے ساتھ جائزہ لیا کہ اس طرح ہم کب تک حسرت و یاس کے سمندر میں غوطے لگاتے رہیں گے۔ ہم نہ آزادی سے مل سکتے ہیں اور نہ ہی ہمیں چین ملتا ہے۔ یہ ہماری جوانی کا زمانہ ہے عیش و عشرت و بوس و کنار کا موسم ہے۔ لیکن افسوس کہ یہ زریں گھڑیاں رنج و غم اور بے قراری میں گزر رہی ہیں اگر ہمارا رازِ عشق فاش ہوا تو رسوائی کا خوف ہے اور اگر رسوائی ہوئی تو بہت ہی بری جگ ہنسائی ہو جائے گی ہم ایک دوسرے کے اتنے قریب ہونے کے باوجود ہجر سے دوچار ہیں۔ ہر زاویے سے اپنی حالت کا جائزہ لینے کے بعد پھر وہ اپنی اپنی جگہ لوٹ گئے۔

چند دنوں بعد برہمن زادہ کو اپنی محبوبہ کی یاد ستانے لگی۔ اور ہجر کی آگ اسے دن بدن کھوکھلا کرتی رہی اور وہ یہ سوچتا رہا کہ اس سے چھٹکارا کیسے حاصل کیا جا سکے مجبوری یہ تھی کہ وہ اپنا رازِ عشق کسی پر ظاہر نہیں کر سکتا تھا اگر وہ برداشت کرنے کی کوشش بھی کرتا تو یہ اس کے لئے جان لیوا ثابت ہوتی۔ اس طرح سوچ سوچ کر وہ پاگل سا ہو گیا نہ کھانے کی سدھ تھی اور نہ ہی راتوں کو چین کی نیند ہی نصیب ہوتی ان حالات کے مدنظر اس کی صحت دن بدن گرتی رہی اور وہ نہایت کمزور ہو گیا

باپ نے بیٹے کی اس کیفیت پر غور کیا تو وہ کافی پریشان ہو گیا۔ بیٹے کو نہایت پیار سے اپنے پاس بٹھایا اور اس کی کیفیت دریافت کی۔ برہمن زادہ نے ایک آہ سرد کھینچی اور اپنے دل کے راز کا اظہار کیا۔ اس نے تفصیل بیان کرتے ہوئے بتایا کہ میں اس ماہ پارے کا عاشق ہوں لیکن افسوس کہ میں اسے حاصل نہ کر سکا اور نہ ہی زندگی کا سرور ہی حاصل کر سکا۔ اپنی حالت برداشت کرتے ہوئے میری یہ حالت آپکے سامنے ہے اور اس میں شک نہیں کہ چند دنوں یہی حالت رہی تو میں پاگل ہو جاؤں گا میرے لئے ننگ و ناموس کا کوئی خیال نہیں رہے گا اور اگر

اور دیر ہوئی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ میری روح تن سے جدا ہو جائے گی۔ آپ نے اس پر توجہ نہ دی۔ ایک باپ ہونے کے ناطے میری بگڑی تقدیر کو سنوارنے کی کوشش نہ کی تو میں اپنے مذہب سے منہ موڑ لوں گا۔ بتوں اور ناقوس کو توڑ دوں گا۔ زنار کو تار تار کر کے برہمن مذہب تیاگ کر کے کفر کو چھوڑ کر توبہ استغفار کر کے مسلمان بن جاؤں گا

باپ نے بیٹے کی یہ کیفیت دیکھی تو وہ بہت اداس ہو گیا۔ ایک باپ ہونے کے ناطے اس کے پیش نظر اس کی زندگی کا سوال تھا۔ اگر وہ اس کا انکار کرتا تو اس کی ساری عمر کی کمائی لٹ جاتی۔ یہ سوچ کر اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ بیٹے کی پسند کا خاص خیال کرنا ہی چاہیئے۔ چنانچہ اس نے اپنی قوم کے بزرگوں سے رائے مشورہ لینے کے بعد زائچہ تیار کروایا اور بیٹے کی شادی کی سربراہی کی درخواست کی۔ قاصد کے ذریعہ عروس کے گھر یہ پیغام بھجوا دیا کہ وہ اپنے بیٹے کو اپنی فرزندی میں قبول کر لیں اور نیک ساعت کا انتخاب کر کے شادی کی تیاری شروع کریں۔

طرف ثانی نے جب یہ مژدۂ جانفزا سنا تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ قاصد کی انہوں نے عزت افزائی کی اور شادی کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ جب دلہن نے یہ پیغام سنا تو وہ انتہائی خوش ہوئی۔ زندگی کی لہر نے ایک نئی انگڑائی لی اور وہ بھی شادی کی مصروفیات میں شامل ہو گئی۔ ہفتہ بھر کی تیاری کے بعد ایک نیک ساعت میں

میں مگن مسرور ہوا لیکن انہیں کیا خبر تھی کہ آسمان کہیں ان دونوں خوش بختوں پر کیا ستم ڈھانے والا ہے۔

جب طرفین میں شادی کی مکمل تیاریاں ہو چکیں تو ہر رسم و روایت بڑی دھوم سے ادا کی گئی۔ نوجوان کا حمام ہوا شادی کا قیمتی لباس پہنا کر سر پر سہرا باندھا گیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آفتاب بادلوں میں چھپ گیا ہے۔ دولہا کو مسند پر بٹھایا گیا پھر اس کی عماری تیار کی جانے لگی جو برات میں لے جانے والی تھی۔ گھر کے درو دیوار روشن کئے گئے۔ پری چہرہ جمال حسین رقاصاؤں کے ناچ کے ساتھ دولہا کی سواری روانہ ہوئی تو خوشی کے ساز و نوبت بج اٹھے۔ ان سازوں کی آواز کو سن کر لوگ برات کا منظر دیکھنے کے لئے ہر طرف سے جمع ہونے لگے۔ دنیا شادی کے خوشی میں مگن تھی دیکھ دولہا کا من اداس تھا اور عشق اس کی اپنی منزل کی طرف کھینچ کر لے جارہا تھا۔

جب بارات دھوم دھام سے آدھا راستہ طے کر کے ایک تنگ و تاریک گلی سے گذر رہی تھی جس کے دونوں طرف قدیم بلند و بالا محلات تھے۔ ان محلات میں سے ایک محل جو کافی قدیم ہونے کے باعث نہایت کمزور ہو گیا تھا۔ نوبت اور سازوں کی بلند آوازوں سے اس کی بنیاد فرقت کی طرح لرز اٹھی اور آن کی آن میں یہ قدیم عمارت دولہا کی سواری پر بیٹھ گئی۔ دولہا مع سواری کے خشت و گل کے ڈھیر میں گم ہو گیا۔ جیسے ہی یہ خبر پھیلی تو شادی ماتم میں بدل گئی۔ دولہا کے اعزاء و اقرباء، دوست احباب سب اپنا گریباں چاک کرنے لگے۔ باپ نے جب یہ خبر سنی تو وہ زندہ درگور ہو گیا۔ وہ سینہ کوبی کرتے ہوئے کمر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اس کی ساری کمائی لٹ چکی تھی اور بیٹے کے ساتھ ساتھ اس کی زندگی بھی خاک میں مل چکی تھی جو اس سال بیٹا نظروں کے سامنے چل بسا تھا اب اس میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ زندہ رہ سکے۔ شادی کے موقع پر ماتم کا شور و غل ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ محشر برپا ہو چکا ہے۔ لوگوں نے دولہا کو مٹی کے ڈھیر سے باہر نکالا تو پھر ایک مرتبہ زور و شور کی آہ و زاری ہوئی۔ دولہا عماری میں سوار ہو کر بیاہنے آیا تھا لیکن اب اسی عماری میں اس کی لاش رکھی جارہی تھی۔ آخری رسومات ادا

کرنے کی تیاریاں ہونے لگیں دولہن کو آتش کدہ کی طرف لیجایا جا رہا تھا۔ جو گود دولہا کے ساتھ خوشیاں مناتے آ رہے تھے اب وہی لوگ آہ و بکا کرتے ہوئے ارتھی کے ساتھ جا رہے تھے۔

دلہن نے جب یہ اندوہ ناک خبر سنی تو وہ غم سے پاگل ہو گئی۔ اس نے اپنا عروسی پیرہن چاک کیا۔ حجلۂ عروسی کو آگ لگا دی۔ بستر پر خاک ڈالتے ہوئے آہ و بکا کرتی رہی۔ اس کا شگفتہ چہرہ مرجھا گیا۔ اس نے سارے زیور اتار پھینکے اور بدن کے کپڑے تار تار کرنے لگی در حقیقت وہ تو لیلیٰ تھی لیکن مجنون بن گئی۔ اس نے اپنی ننگ و ناموس کو بالائے طاق رکھ کر اپنے جان جاناں کا وصل حاصل کرنے کے لئے سوئے آتش کدہ روانہ ہوئی۔ دلہن کو اس جنونی حرکت سے باز رکھنے کے لئے حکیم فلاسفر دانا اور برہمن نے لاکھ کوشش کی ان کی باتوں کو سن کر اس نے اپنا سر پیٹ لیا اور کہا کہ اگر آج مجھے دیوی دیوتا یا بھگوان بھی خود آ کر منع کریں تو بھی میں اپنے ارادے سے باز آنے والی نہیں ہوں۔ میری جان کسی کے اختیار میں نہیں ہے اگر میں نے تمہاری بات مان لی تو مرتے دم تک سرافگندہ و شرمسار رہوں گی۔ میرا دلبر جل جائے اور میں زندہ رہوں یہ ناممکن ہے۔ اگر میں نے اپنی جان اسی وقت اپنے دلبر پر نثار کر دوں تو مجھے یقین ہے کہ مجھے ہر طرح سے مارا جائے گا تشنہ لبی سے جان سپرد ہو جائے گی اور میں ہمیشہ دلگیر رہوں گی۔ مجھے جلنے سے باز رکھا گیا تو میں زہر کھا لوں گی یا شمشیر سے اپنے آپ کو ختم کر لوں گی۔ میرے محبوب کے بعد میرا جینا بھی کیا ہے یا تو میرا سر اور پتھر ہوگا یا یہ سینۂ غم کے مارے پتھر بن جائے گا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ اس کو سمجھانا تو بے کار ہے تو انہوں نے خاموشی اختیار کر لی۔ جس کسی نے بھی یہ ماجرا سنا اس حسین و جمیل پیکر عصمت کی پروردہ عیش و عشرت کی نارسیدہ کی جان سوزی پر ترس کھاتا تھا ہر ایک اس کی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ اس کی جوانی پر بھی افسوس کرتا رہا۔

جب بادشاہ نے یہ ماجرا سنا تو وہ بھی بہت غمزدہ ہوا اور کہا کہ یہ تو سوز نہاں ہے اور یہ ساری کارروائی عشق کی ہی ہے جب بھی وہ کسی کو اپنے دام میں گرفتار

کرلیتا ہے تو اس کا یہی حسرتناک انجام سامنے آتا ہے۔ بادشاہ نے اس تشنہ لب حسینہ کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ تو وہ کافر شعلۂ سرکش آتشیں پیکر شعلہ کی ہی طرح خراماں خراماں ایک آتشیں تودہ ہاتھ میں لئے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئی۔ بادشاہ نے اس کو اپنے تخت کے قریب جگہ دی۔ اس کو اپنی دختر کی طرح سمجھ کر اس پر بہت ساری مہربانیاں کیں اور تحفۂ بادشاہی کے سوا اس کو بہت ساری چیزیں عطا کیں اور اسے ایک شفیق باپ کی طرح سمجھایا کہ وہ اپنے ارادے سے باز آجائے لیکن اس محبت مردانہ عروس نے ان ساری چیزوں کو ٹھکرا دیا اور اس کے لبوں سے گہر آتشیں نکلتا ہی رہا۔ اس حالت کو دیکھ کر بادشاہ نے بادل ناخواستہ ستی ہونے کی اجازت دے دی۔ تو عروس کو یوں محسوس ہوا کہ اسے دنیا و مافیہا کی بہت بڑی دولت مل گئی ہو۔

بادشاہ نے شاہزادہ کو طلب کیا اور کہا کہ میں نے اسے سمجھانے کی بہت کوشش کی کہ وہ آگ میں جلنے سے باز آجائے لیکن وہ تو اپنے ارادہ سے باز آنے والی نہیں۔ اب میں تمہیں یہ ذمہ داری سونپ رہا ہوں کہ اس کی دلنوازی میں کچھ کمی نہ ہونے پائے۔ اگر وہ جلنے سے باز آجائے تو بہتر ہے ورنہ جلنے کے لئے مصر ہی ہے تو اس کو دلہنوں کی طرح پورے انداز کے ساتھ صندل عود اور عنبر میں جلا دینا

بادشاہ کا حکم پاتے ہی شاہزادہ عروس کے ساتھ ہو لیا قدم قدم پر وہ اس کی دل پذیرائی کے لئے افسانے سناتا رہا اور اس طرح دل لبھانے کی کوشش کرتا رہا لیکن وہ تو مدہوش تھی کہ اسے کب محبوب کا وصل حاصل ہو۔ شاہزادے کی بھرپور کوشش کے باوجود اس کی آتش شوق سرد نہ ہوئی اسے تو اس وقت ہوش آیا جب کہ دن ڈھل رہا تھا اس نے شہزادہ سے کہا کہ تم نے میرے عیش کا دن یوں ہی تمام کر دیا۔ میرا یار کب تک میرا منتظر رہے گا وقت یوں ہی اگر گذرتا رہا تو انتظار کی آگ بھی سرد ہو جائے گی۔ تمہارے مشورہ پر اگر میں آج آگ میں جلنے سے باز آ بھی گئی تو مستقبل میں ایک نہ ایک دن مجھے جلنا ہی ہوگا
الغرض اسی طرح باتیں کرتے ہوئے وہ آتش گاہ تک پہنچے۔

جب شہزادہ عروس کو ستی ہونے سے باز رکھنے میں ناکام ہو گیا تو اس نے لاچار ہو کر چتا تیار کرنے کا حکم دیا چتا پر دولہا کی لاش رکھی گئی ہر طرف عود و عنبر و صندل کے دھوئیں کی مہک پھیلنے لگی اس مہک سے عروس کا ہی نہیں بلکہ ارتھی کے ساتھ آنے والوں کا دماغ بھی معطر ہو گیا۔ عروس پر وجد کا عالم طاری ہوا اور اس نے شاہزادے کو ڈھیر ساری دعائیں دیں اور اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے وداع لیا۔ پان کھایا۔ آنکھوں میں سرمہ لگایا بڑے شوق سے دولہا کی چتا میں داخل ہو گئی اور اپنے محبوب کا سر اپنے زانوؤں پر رکھا۔ اس کے لب سے لب ملائے پھر وصل جاناں میں اپنے آپ کو بھلا دیا۔ شہزادہ کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا وہ چتا کے قریب گیا اور آخری مرتبہ اس سے درخواست کی کہ اب تو تیری دلی مراد بر آئی اب تو چتا کے باہر آجا۔

عروس نے جواب دیا کہ اے شہزادے مجھے اب رنجیدہ نہ کر میں نے کافی دن فراق سہا ہے آج مجھے اپنے یار کا وصال ملا ہے اب میرا بھی دم واپسیں ہے اور مجھ کو بھی ساتھ ہے اس خزانہ کو حاصل کرنے کے لئے مجھے کافی لمبا انتظار کرنا پڑا اب مجھ سے یار کا دامن نہیں چھوڑا جاتا اور نہ ہی میں اپنے ارادہ سے باز آنے والی ہوں اگر میں نے تیری بات مان لی تو میں عشق کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں گی۔ یہ گفتگو تو جاری تھی اور اس کا سارا وجود آتش میں مل رہا تھا دونوں ایک دوسرے کے بیچ میں تھے رفتہ رفتہ ان دونوں کا وجود آگ میں مل کر کوئلے کی طرح سرخ ہونے لگا۔ لب پیمانوں کی طرح خاموش تھے۔ دونوں نے نہ آگ سے منہ موڑا نہ ایک دوسرے کے بیچ سے جدا ہوئے اور نہ ہی کروٹ بدلی۔ جب دونوں آگ میں اچھی طرح جل چکے تو انہیں وصال حاصل ہوا۔ اس نے سب کی باتیں سنیں مگر وہی کیا جو اس کی مرضی میں آیا اس نے عشق کی لاج رکھ لی اور اپنی جان قربان کر دی اے نظیر اب تو کہاں تک دل باتیں کرتا رہے گا بہتر ہے خاموشی اختیار کر لے۔

مثنوی سوز و گداز عشق کا قصہ کافی مختصر اور سیدھا سادہ ہے واقعات میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ذیلی حکایات لائے گئے ہیں۔ عشق و محبت

و کنایات کے پردے ہیں اور نہ ہی غیر ضروری تمہیدوں کی کوئی جگہ دی گئی ہے صرف روزمرہ کی پابندی کی گئی ہے اور رائج الفاظ و محاورات کا استعمال کیا گیا ہے

رسوائی میں کیا بھلائی ہے　　جگ ہنسائی ہے جگ ہنسائی ہے
قصہ کوتاہ بعد چند در چند　　سوزِ دل سے جو ان کو پہنچا گزند
آس کی پر میں تنگ دل میں نراس
چند گہ رہنے لگے یوں ہیں اُداس
دل سے کہنے لگا کہ کیا کیجے　　کیوں بلا پر بلا سہا کیجے
کیجیے فکر کیا کدھر جانا　　چارہ اس بن نہیں کہ مر جانا
کھلنا عقدہ کا آہ مشکل ہے　　سخت مشکل نباہ مشکل ہے
نہ تو کھانے کی سدھ نہ پانی کی　　فکر تھی اس کو یار جانی کی
چین دن کو نہ رات کو آرام　　خواب و خور مطلقاً کیا حرام
اتنا سنتے ہی اس نے رو ڈالا　　منہ کو بس آنسوؤں سے دھو ڈالا
لیجیے مذہب سے ہاتھ دھوؤں گا　　لوت سے لوت کو گرا دوں گا
پھر شگفتہ اٹھے ٹھکانے سے　　باہر آئے کسی بہانے سے
سن کے سنتے ہی تر دماغ ہوئے　　خندہ زن سن کے باغ باغ ہوئے۔

ایسی ایک دو مثالیں نہیں بلکہ ساری مثنوی ایسے ہی الفاظ و محاورات سے بھری ہوئی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نظیر کو الفاظ و محاورات کے استعمال پر پوری قدرت حاصل تھی۔ عوامی بولی ٹھولی کے ساتھ ساتھ زبان سے بھی بخوبی واقفیت تھی۔

قصہ کی نوعیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ستی کا رواج جاری تھا۔ ستی ہونے والی عورت کی بڑی عزت کی جاتی۔ یہ رواج ہندوستان میں کافی قدیم ہے۔ سکندر نے جب ہندوستان پر حملہ کیا تھا تو اس کے سپاہیوں نے ستی کی رسم دیکھی تھی پھر جب آریا ہندوستان آئے تو اس رواج کو اپنایا۔ ستی کی رسم خاص طور پر راجپوتوں کے یہاں ملتی ہے۔ خاوند کے لاش کے ساتھ ہی اس کی بیوہ کو ستی کر دیا جاتا۔ اگر بیوی حاملہ ہوتی تو بچہ کی پیدائش کے بعد اس کو خاوند کی کسی نشانی کے ساتھ جلا دیا جاتا۔

ستی کا رواج دو طرفہ نہیں تھا بلکہ یکطرفہ تھا اگر خاوند کی زندگی میں بیوی کا انتقال ہو جاتا تھا تو بیوی کے ساتھ خاوند کو نہیں جلایا جاتا تھا۔ اگر خاوند کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوتیں تو سب سے بڑی بیوی کو یا چہیتی بیوی کو یہ اعزاز حاصل ہوتا کہ خاوند کے ساتھ جلے اور دوسری بیویاں الگ الگ چتائیں بنا کر جل جاتیں

ستی اور بال ووواہ (بچپن کی شادیاں) یہ دونوں رسوم ایک ساتھ جاری تھیں۔ چھوٹی عمر میں شادی اس لئے کی جاتی تھی کہ لڑکی کے بالغ ہو جانے کے بعد ہر ماہ اس کی ماہواری کو وہ ایک گناہ تصور کرتے کیونکہ اس میں انڈے کے ضائع ہونے کا خدشہ ہوتا۔ اسی لئے نابالغ لڑکی کی شادی رچا دی جاتی۔ ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ لڑکی کسی سے بیاہ دی جائے تو پھر اس کی طرف کسی کی توجہ نہ ہوتی جس سے سماج میں زناکاری جیسا جرم کم ہو جاتا تھا۔ ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ حملہ آوروں کے ہاتھ کنواری لڑکیاں ہاتھ نہ آئیں۔ ستی کے اسباب میں ایک سبب یہ بھی بتایا جاتا ہے بیوہ کے تنہا ہونے کی وجہ سے سماج میں برائیاں زیادہ پھیل سکتی ہیں اور وہ دوسرے مردوں سے تعلق قائم کر سکتی ہے خاص طور پر جوان عورتوں کا بیوہ ہونا زناکاری کے لئے راستہ ہموار کر سکتا ہے کیونکہ ہندو سماج میں دوسری شادی نہیں ہے اور اگر عورت نے دوسری شادی رچا لی تو اس کو بڑی حقارت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا۔ اسی لئے بیوہ کو ستی کر دیا جاتا۔

ابن بطوطہ نے ستی کی رسم اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی اور اپنے سفرنامے میں اس نے ستی کی رسم کی پوری تفصیل دی ہے جس کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ اگر خاوند بیاس ہو اور مر جائے تو ارتھی کے ساتھ اس کو بھی جلوس میں لے جایا جاتا اور اس کو جلا دیا جاتا۔ اگر خاوند کہیں دور دراز مقام پر انتقال کر جاتا جیسا کہ عام طور پر جنگوں میں ہوتا ہے اور یہ خبر بیوہ کو پہنچتی تو وہ غسل کرتی اور اپنے سب سے اچھے اور قیمتی کپڑوں کا انتخاب کر کے زیب تن کرتی اپنے زیورات پہنتی یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ وہ دلہن بن جاتی۔ برہمن یہاں کافی اہم رول ادا کرتا ستی ہونے والی عورت

کی مدح میں رطب اللسان ہوتا اور اس کو یقین دلاتا کہ دوسری دنیا میں اس کو ہر طرح کا عیش و آرام نصیب ہوگا اور جو کچھ اس دنیا میں اسے حاصل ہے اس سے کہیں زیادہ دوسری دنیا میں نصیب ہوگا اگر وہ جلنے سے انکار کرے گی تو اس کی روح بھٹکتی رہ جائے گی اور آخر میں ارواح خبیثہ میں شامل ہو جائے گی غرض برہمن کی اس رطب اللسانی کا جادو بیوہ پر ایسا ہوتا کہ وہ آگ میں جلنے سے انکار نہ کرتی اور ستی ہو جاتی۔

بیوہ سج دھج کر ایک گھوڑے پر سوار ہوتی ایک ہاتھ میں کھوپرا ہوتا اور دوسرے ہاتھ میں آئینہ اور یہ جلوس آتش کدہ کی طرف بڑی دھوم دھام سے روانہ ہوتا۔ آتش کدہ ایک درختوں کے جھنڈ میں ہوتا۔ جھنڈ کی اوٹ میں ایک تالاب ہوتا جہاں ایک دیوتا کی مورتی نصب ہوتی (غالباً یہ شیو کی مورتی ہوگی) اور دوسری طرف اس آگ کو بھڑکانے والے آگ پر تل کا تیل انڈیلتے رہتے۔ ستی ہونے والی عورت تالاب میں غسل کرتی پھر اپنے سارے کپڑے اور گہنے آگ میں ڈال دیتی۔ پھر کسی سے ایک بغیر سلا کپڑا لیکر بدن پر لپیٹ لیتی اور اگنی دیوتا کی بڑی دیر تک پوجا کرنے کے بعد بڑی ثابت قدمی کے ساتھ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہو جاتی۔ آگ میں داخل ہوتے ہی درختوں کے جھنڈ سے زوردار موسیقی کی آوازیں بلند ہوتیں ظاہر ہے کہ لوگوں کی توجہ ستی ہونے والی عورت کی طرف سے ہٹ جائے اور آگ جلانے والے لوگ عورت کے آگ میں داخل ہوتے ہی وزنی لکڑیاں اس پر ڈال دیتے تاکہ پھر وہ عورت آگ سے باہر آنے کی کوشش نہ کرے۔ ابن بطوطہ اس منظر کی تاب نہ لا سکا اور غش کھا کر گر پڑا لوگ اسے وہاں سے اٹھا کر دور لے آئے۔

زمانے کے رواج کے مطابق اگر بیوہ ستی ہو جاتی تو اس کی عزت کی جاتی اور اگر اس نے جلنے سے انکار کیا تو سماج اسے بری نگاہوں سے دیکھتا اور اتنا تنگ کرتا کہ سوائے آگ میں جلنے کے اسے اور کوئی چارہ نہ ہوتا۔ اگر اس نے ستی ہونے سے انکار کر دیا تو گھر کا سارا مال و اسباب، اس کے بچوں کو چھوڑ کر اس کا سارا جہیز

خاوند کے رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا جاتا یہ وہ معاشی دباؤ تھا جس سے تنگ آکر بیوہ ستی ہونے پر آمادہ ہو جاتی۔ اگر وہ ستی نہ ہوتی اس کی عصمت پر شک کیا جاتا طعن و تشنیع کی تاب نہ لا کر وہ ستی ہونے پر آمادہ ہو جاتی۔ ستی کی کئی قسمیں ہیں۔

۱) وہ جنہیں ان کے رشتہ دار چتا میں جانے کے لئے مجبور کرتے

۲) وہ جو اپنے مرحوم شوہر کے ساتھ انتہائی محبت کی وجہ سے برضا و رغبت بخوشی اس ابتلا کو تسلیم کر لیتی تھیں

۳) وہ قسم کی عورتیں جو رائے عامہ کے پیش نظر خود کو شعلوں کے حوالے کر دیتی تھیں

۴) وہ خواتین تھیں جو خاندانی رسوم اور روایات کے پیش نظر خود کو شعلوں کے حوالے کر دیتیں اور

۵) قسم ان عورتوں کی تھی جنہیں ان کی مرضی کے خلاف آگ میں ڈال دیا جاتا

ستی راجپوتوں کے ہاں رائج تھی۔ یہ جنگجو قوم جب جنگ پر جاتی اور آخر میں جب اسے یہ یقین ہو جاتا کہ اب شکست یقینی ہے تو وہ ایک آدمی کو اپنے محلات کی طرف روانہ کرتا جہاں وہ ساری عورتوں اور بچوں کو ایک محل میں بند کر دیتا اور محل کے اطراف سوکھی گھاس اور تیل جمع کرتا۔ جب راجپوتوں کو شکست ہوتی اور دشمن فتح یاب ہو جاتا تو وہ سوکھی گھاس پر تیل ڈال دیتا اور اس میں آگ لگا دیتا جس سے ساری عورتیں اور بچے محل کے اندر ہی جل کر ختم ہو جاتے۔ پھر مفتوح قوم دشمن کے سامنے سینہ سپر ہو جاتی یہاں تک کہ وہ سارے کے سارے جنگ میں ختم ہو جاتے۔ یا کسی ایک سپاہی کے ہاتھ میں شمشیر برہنہ تھما کر ساری مفتوح فوج کے سپاہی اس تلوار کے نیچے سے گذر جاتے جن کو سپاہی ایک ایک کر کے ختم کر دیتا اور آخر میں خود بھی ختم ہو جاتا اس طرح دشمن کے ہاتھوں جنگ کی شکست کی رسوائی سے بچ جاتے۔ مجموعی طور پر اپنے آپ کو ختم کر لینے کو جوہر کہا جاتا ہے۔

نظیر دکن کا شاعر ہے اور دکن کی تہذیب شمالی ہند کی تہذیب سے کافی الگ ہے۔ ستی کی بہیمانہ رسم شمال میں جاری تھی اور اس کے انسداد کے لئے مغلیہ سلاطین میں ہمایوں اور اکبر نے قدم اٹھائے تھے پھر آگے چل کر جدید دور میں مصلحین قوم نے اس کے انسداد کے لیے آواز اٹھائی تحریک چلائی اور قانون بنایا گیا جس کے بعد یہ رسم رک گئی اور بیوہ کو زندہ رہنے کا حق دیا گیا ہندوستانی مصلحین قوم میں راجا رام موہن رائے اور دیانند سرسوتی وغیرہ اہم ہیں جنہوں نے اس رسم کے انسداد کے لئے کافی اہم اقدامات کئے۔ ہندو مذہب میں چند اعلی طبقے کے لوگوں میں جیسے برہمن کھشتریا اور ویشیا میں مردے کو جلانے کی رسم آج بھی جاری ہے اور ادنی طبقہ کے لوگ اپنے مردوں کو دفن کر دیتے ہیں۔ عام طور پر ستی کی رسم خاوند کے مرنے کے بعد ادا کی جاتی ہے۔ لیکن نظیر نے عروس کے ستی ہونے کی جو بات کہی ہے اس میں کچھ مبالغہ ہی نظر آتا ہے۔ کیونکہ جب تک برہمن قوم میں دولہا دلہن اگنی منڈپ میں اگنی کے پھیرے نہیں لے لیتے اس وقت تک ان کا میاں بیوی بننا مذہبی طور پر ناممکن ہے اور یہاں شاعر نے دولہا کی موت اس وقت متعین کی ہے جبکہ ابھی وہ راستے میں تھا اور اس کے مرنے کی اطلاع ملتے ہی عروس کا جذباتی انداز میں ستی ہو جانا ایک شاعرانہ مبالغہ کے سوا کچھ نہیں ہے حالانکہ اس کی تمہید اس نے پہلے ہی باندھ دی تھی کہ وہ بچپن سے ہی ایک دوسرے کے چہیتے تھے جوان ہوئے تو جذبۂ عشق نے اور شدت اختیار کر لی اور اپنے آپ کو جب ازدواجی بندھن میں بندھے جاتے وقت میں ایک دوسرے کا جدا ہونا نہایت فطری بات ہے اور دلہن کا اس سے منسوب ہو جانے کے بعد پھر اس کی موت کے بعد زندہ رہنا وبال جان ہی معلوم ہوتا ہے تو وہ ستی ہونے پر آمادہ ہو جاتی ہے ان سب باتوں میں حقیقت پسندی کے عناصر تو موجود ہیں لیکن مبالغہ آمیز۔ شاید مثنوی کی ہیروئن کے کردار کو اجاگر کرنے کے لئے مبالغہ کو اپنایا ہو یا عشق کی جنونیت کو ظاہر کرنے کے لئے بھی یہ طرز اپنایا ہو۔ بہرحال عشق کے موضوع کو پیش کرنا شاعر کا اہم مقصد ہے اور اس کے لئے ستی جیسے رائج الوقت رسم کا سہارا لیا گیا ہے۔

مثنوی کے اشعار ثابت کرتے ہیں کہ ۱۹ ویں صدی کا ایک اردو شاعر (دکنی) قدیم شعراء کی طرح زیادہ واقعیت پسند اور صداقت مند فنکارانہ شعور کا حامل تھا وہ اپنے مقامی روایات سے شاعری کا مواد اور آب و رنگ حاصل کرتا رہا۔ جس کا ثبوت اس کی مثنوی سوز و گداز عشق ہے جو اسی رجحان کی آئینہ دار ہے۔

کردار نگاری :-

مثنوی سوز و گداز عشق میں صرف عروس کا کردار اہم ہے۔ دولہا کا کردار ثانوی کردار ہے اور باقی سارے کردار جیسے بادشاہ، شہزادہ، برہمن وغیرہ ذیلی کردار ہیں۔ مرکزی کردار کو ابھارنے کے لئے ان ذیلی کرداروں کی تخلیق ضروری تھی اسی لئے یہ کردار تخلیق کئے گئے ہیں۔

عروس :-

عروس کا کردار ایک روایتی ہندوستانی عورت کا کردار ہے جو پاکدامن وفا شعار، سیدھی سادی، ایثار و قربانی کا مجسم پیکر ہے۔ شاعر نے ایسی ہی ہندوستانی صفت کے کردار کی تخلیق کی ہے اور اس کردار کے دو رخ پیش کئے ہیں جب وہ خوشیوں سے اپنا دامن بھر لیتی ہے تو مثل حور و پری نظر آتی ہے۔ لیکن جب غم و اندوہ کا پہاڑ اس پر ٹوٹ پڑتا ہے تو غم سے پاگل ہو کر مجنون بن جاتی ہے یہ ایک انسانی نفسیاتی حقیقت ہے کہ جب انسان پر اچانک غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے اور اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو وہ اپنی جان کی پرواہ نہیں کرپاتا اور عروس بھی جیتے جی عاشق کے شعلوں کے ساتھ شعلہ بن جاتی ہے۔ ذیل میں عروس کے کردار کے دونوں رخ پیش کئے جاتے ہیں۔

دولہا والوں کی طرف سے جب یہ پیغام آیا کہ شادی کی تیاری کریں تو اس نوید مسرت کو سن کر دلہن ایک شگفتہ پھول بن جاتی ہے۔ نظم

گل گلزار گلشن خوبی　　حسن کا شمع اپنا روشن کی
صفحۂ نو رسی جبین حسن کی　　بلکہ تشبیہہ نہیں حسن کی

فتنہ انگیز رس بھری آنکھیں   جادو آمیز نرگسی آنکھیں

نوکِ مژگاں وہ تیر کے بھالاں   دل و دیدوں کی ہوں جگر خواراں

سو گئے دنبالہ دار فتنہ ترے   سب بزری عاشقاں کے دن بھرتے

ابرو وہ دیکھتے ہی حسن کی ڈھے   سر تو جھک کر سلام حسن کو کرے

اونچی اور سیدھی خوش نما بینی   نوکدار اور دلکشا بینی

لعل لب نازک اور غنچہ دہن   تازہ خوش رنگ صاف سیب ذقن

نہ زنخداں ہے اک چاہِ نبات   دیکھ لہرا وسے حسن کی آب دیان

در دنداں کی آب و تابی سے   در غلطاں جیسے صدف میں رہے

کیا وے حسن وقت ان نے بیڑہ پان   ہو وے مرجان گوہر دنداں

گل سے تشبیہ لیں اگر رخسار   سرخ ہو جاوے گر ہوا تنا بار

زلف مشکیں کا دیکھ کر ڈھنگ رنگ   مست بے خود ہو پیچ کھاوے بھجنگ

کیا کہوں میں بہار چوٹی کا   ڈس گیا دل یہ مار چوٹی کا

ہو نمودار یوں مباف زری   جیا بدری سے چمکی ہے بجری

صبح امید سینۂ ریشاں   یہ تری بلور صاف نور کے رواں

سرتوں سے بھرا ہوا سینہ   حسن کے کام کا تھا گنجینہ

پیٹ نازک ملائم و زیبا   مخملی جیسا روئی کا گالا

دوں میں اس کی کمر کو کیونکہ مثال   حسن کا دسنا ہو خود خیال محال

نازکی سے بھری بھری رانیں   گدگلی گدگلی سبھی رانیں

ساق سیمیں تھے خوش نما ایسے   جیسے سانچے بلور کے ڈھالے

پیارے ہاتاں حنائی انگشتاں   آتش اللہ از سینہ ریشاں

کف پا جیسے رنگ دار دسے   پشت پا ہے سے خوش بہار دسے

چہرہ خوش رنگ چاند تھا بارا   رو برو حسن کے ماہ صد پارا

نازک اندام اور گلابی رنگ   تسبیہ جوبن کا اور بھی تھا رنگ

بانکپن اور سجیلی اٹھکیلی   رس بھری اور رسیلی رنگیلی

رانس کی مت پوچھیا خوش بختی   دیکھے اس کی کہیں وہ عجیب تختی

غمزہ پرداز با ادا بانکی   وضع پاکیزہ خوش نما بینی

حور فردوس حسن کی شائق ہو   سچ پری سے وہ کیوں نہ فائق ہو

دل خوشی سے جو تھا بھرا اس کا   کشتِ امید تھا ہرا اس کا

پھرنے لاگی ادھر ادھر مسرور   پاس دل تھا جدھر تدھر منظور

شوخیوں کے عناں کی جنبانی   وعدۂ وصل کی تھی جولانی

رنگ بھبوکا تھا جوں کہ شعلۂ طور   مہ جبیں و حسین مثل حور

حسن کا ہو عارض نگار بہار   اپنی آرائش اس کا کچھ درکار

اسی مہکتے ہوئے پھول پر جب خزاں کا ایک جھونکا آتا ہے گلشن بہار کس طرح لٹتی جاتی ہے دیکھئے ؎

یعنی ناکام و نامراد عروس   حسرت آلودہ سوگوار عروس

اٹھ کے عشرت سرا سے مستانہ   باولی ہو بہ رنگ پروانہ

جان و دل کو جگر کو آتش دی   یعنی سب گھر کے گھر کو آتش دی

جبکہ جان و جگر کو آگ لگے   کیوں نہ شادی کے گھر کو آگ لگے

بس اٹھا پردہ عروسی کو   آگ دی حجلۂ عروسی کو

خاک اٹھا سر پہ ڈالنے لاگی   آتشیں آہ نکالنے لاگی

بس کر چہرہ کھروچنے لاگی   سر کے بالوں کو نوچنے لاگی

اپنے ناخن و گل رخسار   خار خار اس کو کر دئے ایکبار

تھی جو آرائش اور پیرائش   برسنے لاگی اس پہ اک آتش

زلف کو درہم و پریشاں کی   نرگس چشم کو ہے حیراں کی

گل بدن پر تھا حسن کے پیراہن   چاک تھا بسکہ تا سر دامن

سر و پا گر برہنہ مفتون   لیلیٰ جو تھی سو ہو گئی مجنون

جھٹ گھڑی اس نے بہانہ ہوئے   سوئے آتشکدہ روانہ ہوئے

اپنے جاناں کے ساتھ ملنے کو   ذوق سے لاگے جب نکلنے کو

نخل شمع سا پھولنے لاگی   سوئے آتش جو ہولنے لاگی

سرخ لب پان سے سرمہ آنکھوں میں   تھا جو مستی کا نشہ آنکھوں میں

نظر مست اس کی پر آتش   دیکھی حسن کو کرے حذر آتش

گل کے مانند وہ جو تھا کف پا   خون شعلہ سے تھا حنا باندھا

ہوگئے آتش محیط عقد افسوس ۔۔۔ تن ہوا اس کا آتشیں فانوس
سر شوریدہ لگے زانو پر ۔۔۔ دل پہ لب منہ پہ منہ اس نے رکھ کر
منزل آہن رہا کے کھینچ لئے ۔۔۔ تنگ تر اس کو بر میں آ کھینچ لئے
وصل جاناں سے اٹھا کے ہول گئی ۔۔۔ بائے جاناں سو جان کھول گئی
دو دل و تن ایسے امتزاج ہوئے ۔۔۔ یعنی ہم جسم و ہم مزاج ہوئے
کھینچے آتش نے اس ابل میں تنگ ۔۔۔ ایک لحظہ میں ہوگئے ہم رنگ
صاف تن میں کا ہوگیا شعلہ ۔۔۔ جا کے شعلے سے مل اٹھی اشعلہ

دولہا:-

دولہا کا کردار ایک مختلف کردار ہے جو ایک ناکام و نامراد عاشق ہے اور سوائے آہ و بکا کرنے کے کچھ نہیں کرتا۔ باپ اس کی حالت پر رحم کر کے اس کی شادی کرنے کا فیصلہ کرتا ہے۔ شادی کی تیاری کے بعد وہ بیاہنے کے لیے عماری میں سوار ہو کر جب ایک تنگ و تاریک گلی سے گزرتا ہے تو اس کے سر پر برا ناحل ٹوٹ جاتا ہے اور وہ ختم ہو جاتا ہے۔

واقعہ نگاری:-

نظیر نے مثنوی میں واقعات کے تسلسل کو برقرار رکھا ہے اور یکے بعد دیگرے واقعات کو سلسلہ وار بیان کرتا چلا جاتا ہے واقعات کو ایک ہی لڑی میں پرو دیا گیا ہے اگر کہیں بھی کسی چھوٹے سے واقعہ کو چھوڑ دیا جائے تو ایک خلا سا محسوس ہونے لگتا ہے اور داستان ادھوری معلوم ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس میں کوئی دلکشی باقی نہیں رہتی۔

واقعہ ابتدا سے انتہا تک بہت دلچسپ ہے۔ درمیان میں کرداروں کی خاکہ نگاری یا قلمی چہرے، ان کے سراپا وغیرہ، یہ وہ اہم حصے ہیں جو واقعات کو دلچسپ بنائے چلے جاتے ہیں۔ مثنوی کے مطالعے سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ شاعر کو واقعہ نگاری میں کمال حاصل ہے۔ عشق کے بیانات کو وہ کافی زور دے کر بیان کرتا ہے اور دیگر چیزوں پر بہت کم توجہ دیتا ہے۔ پوری مثنوی پڑھنے کے بعد قاری اپنے آپ کو بوجھل تو محسوس نہیں کرتا البتہ عشق کے کارہائے نمایاں کو جو ازل سے انسان کے ساتھ بے وفائی کرتا آ رہا ہے شدت کے ساتھ محسوس کیے بغیر نہیں رہ پاتا

مثنوی کے ابتدائی حصہ میں جہاں اس نے تمہید باندھی ہے اسی بات کی طرف اشارہ

کرتے ہوئے مشہور عاشقوں کا بھی تذکرہ کرتا ہے جیسے یوسف و زلیخا، ممنوہر و مدمالتی فرہاد و شیریں، قیس و لیلیٰ وغیرہ لیکن اپنی مثنوی میں کی داستان عشق بیان کرنے میں جو زور قلم دکھایا ہے وہ قابل تحسین ہے۔ نمونے کے طور ملاحظہ کیجیے۔

داستان کی ابتدا دیکھئے۔

راوی داروں سے ایک حکایت ہے　　عشق تازہ بر جراحت ہے
کہ یہ استاد کے زمانے میں　　کام جو حیلہ و بہانے میں
طرفہ تر اس سے واقعہ ڈالا　　واقعہ تازہ حادثہ ڈالا
کہ ایسے دو جوان رعنا تھے　　لائق سرو سہی سے زیبا تھے
تھے لڑکپن سے شیفتہ عشق　　نازپروردۂ نظارۂ عشق
آگے سے بچھے یہ لوح ہستی سے　　تھے قلم زن لب عشق و مستی سے
. . . .
. . . .
الغرض وہ نہال محبوبی　　سرو گلزار حسن و خوبی
بیدمی آتی ہی غنیمت تھی　　ہم سے پوچھو تو ایک دولت تھی
سو بھی آگے رہے نہیں جبلے　　سو بھی صحبت پسند نہیں آئے
کان میں بھی کہا جاتے ہے ان کے　　کہ جو ایک گھر ہو جینے
دیکھوں کی گھاٹ پر لیتا ہوں　　دیکھاں کی گھاٹ سے ملتا ہوں
عشق کی کیفیت جب گہرائی　　تب انہوں نے یہ مشورت ٹھہرائی

ہجر کی کیفیت دیکھئے!

دیدہ و دید سے ہو کے محروم　　ہوئے صابر بر قسمت و مقسوم
اس طرف اس کا دل دھڑکنے کو　　اس طرف وہ لگا تڑپنے کو
آس ظاہر میں لیک دل میں ہراس　　جینے گئے رہنے لگے یہ بھی اداس
قصہ کوتاہ بعد چندے درد　　سوز دل سے جوان کو پہنچی گزند

بیٹے کی حالت کو دیکھ کر باپ کی یہ حالت ہوئی

گوش زد باپ کے ہوا جب حال　　وہ وہیں رو رہے ہو گیا وہ نہال
دل دھڑک اور کلیجا پھٹ گیا　　رشتہ جاں اس کا ٹوٹ گیا

شادی کی تیاری کا بیان دیکھئے!

غنچہ زن اس طرح ہی جس دم — مادر مہربان ہو خرم
کارسازی پہ رتبہ کمر باندھی — حسن ترتیب پر نظر باندھی
یعنی آمادہ وہ بیگم زماں — کی مہیا متاع خرد و کلاں
ایسی ترتیب دی عروسی کی — آسماں جس کی خاک بوسی کی
ٹھاٹ سے اس طرح ہوئے تزئین — بن گیا بام و در چو خانۂ چین
جشن زینت لہر سہ شگفتہ — ہوئی یعنی تیاری شاہانہ
دیکھی رشتہ کی نیک ساعت ایک — اہل تقویم سے اشارت نیک
دو طرف جب ہوئی ہے دل شادی — بس بڑے ٹھاٹ سے ہوئے شادی
خوش نوا مطرب اہل محفل تھے — ہر طرف شیشوں سے ان کے غافل تھے
یعنی غافل تھے چرخ بازی سے — شعبدہ باز حیلہ سازی سے
محفل عیش جمع ہو دلشاد — منتظر تھے بہ مقدم داماد

مثنوی میں واقعہ نگاری کی ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں لیکن اختصار کے مد نظر تفصیل سے گریز کیا جاتا ہے۔

مکالمہ نگاری:-

مثنوی میں مکالمہ نگاری کافی اہم ہے جب کردار کی زبان سے یہ مکالمے ادا ہوتے ہیں شاعر کو کردار کے حسب مراتب ایسے مکالمے لکھنے ہوتے ہیں جس سے کردار کی نمائندگی ہو۔ مثنوی سوز و گداز عشق میں مکالمے بہت کم ہیں لیکن جو بھی مکالمے لکھے گئے ہیں وہ اپنے کرداروں کی بھرپور نمائندگی کرتے ہیں اور یہ مکالمے مقتضائے حال کے موافق بھی ہیں اور جذبات نگاری کی بھی بہترین مثالیں ہیں۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں

دونوں جواں عاشقوں کا آپس میں مشورہ دیکھئے۔

یعنی تا چند صبر آزمائی — طاقت اب طاق ہے شکیبائی
دیدۂ حسرت سے کب تلک کیجے — زخم حسرت کو کب تلک سیجے
نہ کبھی بے دھڑک نکلتے ہیں — نہ کبھی بے خطر ہو کے ملتے ہیں

ہے جوانی سو اک فصل بہار — موسم عیش وقت بوس و کنار

وصل میں ہجر کیا قیامت ہے — بس قیامت ہے اک آفت ہے

یعنی در عین وصل مہجوری — باوجود وصال ہے دوری

عشق کا مارا بیٹا باپ کی دلجوئی پر اپنی کیفیت یوں بیان کرتا ہے

جلد کچھ اپنی چارہ جوئی کر — تا سر ہو جائے کچھ تیرا پدر

کہ مرے پیر ہے تلخ خواب و خفت — طاق اب طاق ہی بغیر از جفت

یعنی وہ لاجفت جس کا آشفتہ — طفلگی سے ہے جگر تفتہ

یار ہے دیر ہوئے ملنے میں — نہیں کچھ شک ہے دم نکلنے میں

آج کل جان جان جاوے گا — جان یونہی ندان جاوے گا

کیجئے فکر جو کہ کرنا ہو — بگڑی تجویز گر سلجھنا ہو۔

اگر تو نے ہماری شادی کی کوئی تجویز نہ کی تو؟

ورنہ مشرب سے ہوں گا بیگانہ — چھوڑ دوں گا تمہارا بت خانہ

یعنی مذہب سے ہاتھ دھو لوں گا — لات سے لات کو گرا دوں گا

. . . .

یعنی مجھ کو نہیں ہے ننگ سے کام — میں قبول لوں گا ملت اسلام

بیٹے کی ان باتوں کو سن کر باپ نے اس کا کہا مان لیا اور قاصد سے کہا کہ عروس حالوں

کو یہ خوشخبری سنا دے

کہا قاصد کو جا ابھی جلدی — کہ سنا دیجئے یہ خوشخبری

طرف ثانی کو یوں بتا دینا — کہیں اچھی سی کوئی سنا دینا

کہ رکھی اس کا خانہ حسن آباد — یہ تو پہنچا تمہارے گھر داماد

یعنی جشن و سرور کا ساماں — ہو وے تیار سور کا ساماں

جب عروس نے اپنے دولہا کے حادثہ کے شکار ہونے کی خبر سنی تو اس نے دیوانہ وار حیلۂ عروسی کو چھوڑ کر اپنے یار کے آتش کدہ کی طرف روانہ ہوئی۔ فلاسفر حکیم برہمن وغیرہ نے اس کو اپنے ارادہ سے باز رکھنے کی کوشش کی تو اس نے جواب دیا۔ عروس کی

زبانی یہ پہلا مکالمہ ہے جس میں اس نے اپنے عشق کا اظہار کرتے ہوئے مرنے کی بات کرتی ہے۔

گرم جوشی سے سن کے باتوں کو — مارنے لگی سر پہ ہاتھوں کو
کہا کہ گر پدر منع کرے دگربار — سجدہ اس بت کو نا کروں زنہار
مادر مہربان منا دے گی — یعنی اس رہ سے کب پھرا دے گی
جان کا اختیار کس میں ہے — کہ میرا جان میرے تن میں ہے
کیوں کہ جب تک رہوں گی میں زندہ — سر افگندہ و روئے شرمندہ
یعنی افسوس اس سے شرمندہ — جلے دلبر میرا میں رہوں زندہ
جان اپنا کروں اگر ایثار — اس میں نام آوری ہے اور وقار
تشنہ لب جان سے سیر ہو دلگیر — یعنی آتش کی زہر یا شمشیر
یعنی آتش میں نا جلوں گی میں — ہے یقیں ہر طرح مروں گی میں
دوست کے بعد کیا میرا جینا — سر ہے پتھر ہے یا میرا سینہ

عروسہ نے جب اپنے ارادہ کا اظہار کیا تو سماج کے ہر فرد نے اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ ستی ہونے سے باز آجائے لیکن اس نے انکار کیا اور اپنی ضد پر قائم رہی تو لوگوں نے بادشاہ کو حالات سے آگاہ کیا۔ تو بادشاہ نے بھی اسے ایک مشفق باپ کی حیثیت سے سمجھایا لیکن وہ اپنے ارادے سے باز نہ آئی تو لاچار ہو کر اس نے شہزادے کو طلب کیا اور کہا کہ میں نے اسے ہر طرح سے اپنے ارادہ سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن وہ تو اپنے ارادے میں مصمم ہے۔ ایک بادشاہ کی حیثیت سے اس کی زبان سے ادا ہونے والے کلمات اس کی حسب حال نمائندگی کرتے ہیں:

شاہزادہ کو شاہ بلوایا — کان میں اس کے ایسا فرمایا
کہاں سزاوار افسر و علم تخت — کہ اے چشم و چراغ دولت و بخت
کہاں آتش تک اس کو پہنچانا — ہر طرح اس کو خوب سمجھانا
دل نوازی میں مت کمی کیجو — منتیں کیجو مت کمی کیجو
گر قبولے کچھ اس کا دل نرمی — یا کہ شعلہ کی طرح ہے گرمی

ہر دو حالت میں اس کا یاد رہو | صبر ہر دم میں نہ اس کے قاصد ہو
یعنی سمجھے تو خوب سمجھا دو | یعنی جلنے پہ ہو تو جلوا دو
فرض ہی صدقہ دل و دیدہ ہونا | اس کو زندوں کی طرح جلوانا

بادشاہ کے حکم کے مطابق شاہزادے نے اس کو ستی ہونے سے روکنے کے لئے اپنے سارے آزمودہ طریقے اپنائے لیکن عمروس نے شہزادے کو یوں جواب دیا

شاہزادے نے یہ کلام کیا | عیش کا روز تم ہی نے شام کیا
صبر کب تک کرے وہ یار میرا | دیکھے کب تک ہو انتظار میرا
کب تلک ہم رہے خاکساری میں | درد آتش ہو انتظاری میں
دل ہے سرمست عشق وا شوقاہ | ہر جا سو ہے میرا آتش گاہ
میں ہوں روشن نہاد مستانہ | ہے پر و بال میرا پروانہ
میں قبولی اگرچہ گل جانا | آفرینش اس کا ایسے ہے جل جانا

شاہزادے نے جب یہ باتیں سنیں تو مجبوراً اسے ستی ہونے کی اجازت دیدی تو عمروس نے خوش ہو کر شاہزادے کو لمبی چوڑی دعائیں دیں جو اظہار تشکر کا بہترین نمونہ ہیں۔ برہمن زادی (عمروس) کا یہ مکالمہ دیکھئے۔

کہی اے وارث نگین و کلاہ | مہر انور و ذرہ پرور شاہ
کوکب اقبال بخش کے تیرے | ہو بلند ستم رخش کے تیرے
جان و دل ہے کرم کا پروردہ | میں ہوں ادنیٰ تری تیری بردہ
شاہ بندے میں ایسے احساں کے | کیا ہو سکتا ہے اس پریشاں سے
روز افزوں یہ جاہ و حشمت ہو | اس سے دونی یہ راج دولت ہو

جب وہ وداع ہو کر آگ میں اپنے معشوق کے ساتھ لیٹ گئی اور آگ کے شعلے لمحہ بہ لمحہ اس پر اپنا آغوش تنگ کرتے جا رہے ہیں تو شہزادہ اس منظر کو دیکھ کر مضطرب ہو گیا اور اس نے برہمن زادی سے بصد عجز و انکساری کہا

اور کہا اے شہید عاشق دل | عشق کی پائی خوب سی منزل
یہاں تلک اپنے کام کو پہنچے | اس سجن کے نام کو پہنچے
تیرے غم سے ہوا ہے شہر خراب | اب بھی آتش سے نکلے تو ہے ثواب

بہت تھا اس سے دکھ نہ دے ہم کو / کچھ بھی آرام و سکھ تو دے مجھ کو
ہو کے سرگشتہ سے ڈھونڈھ اب جا گذر / باہر آتش سے آ خلیل دگر

شہزادے کی یہ مدعا و سن کر عروس نے آخر کار یہ جواب دیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئی

یوں سو زو گداز سب کر لی / بعد عجز و نیاز سب کہہ لی
کہہ دے کامل عیار دانش کے / یعنی اے نکتہ سنج بینش کے
نہ یہ تحریر میں وہ آفریں کیجے / دل کو میرے نہ ہم غمگین کیجے
یعنی مت کیجیے سنا شایا / رنج مت دیجیے سنا شایا
لب مرے پر یہ ہوا ہے وصال / ہے یہ گویا وصال خواب و خیال
ہے دم وا پسیں وصال دوست / ایک دم ایک فراغ بال دوست
سالہا اشتیاق میں گذرے / یعنی مدت فراق میں گذرے
اب دکھا یا تو ہے وہ صبر گنج / یعنی پائی ہوں اب آ کے یہ رنج
یہ بندہ رہا تو اب لوں گی میں / عشق کو کیا جواب دوں گی میں

اختصار پسندی:-

اس مثنوی کی اہم خصوصیت اختصار پسندی ہے۔ قدیم مثنویوں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ کسی چیز کے بیان کے لئے ایک لمبی چوڑی تفصیل فراہم کی جاتی ہے لیکن شاعر نے اسی بے جا تفصیل سے گریز کیا ہے۔ مثلاً دولہا کے گھر شادی کی تیاری کا تذکرہ تین اشعار میں یوں کرتا ہے

الغرض شاہ زادہ دلداری / کیا شادی کی خوب تیاری
یعنی جو کچھ تھا ان کا درکار / سب سلیقے سے کر دیا تیار
تب بلا قوم کے بڑوں کو سنا / ساز و اسباب سب دکھلا کے کہا
زائچے سے بجا رسب کر کے / صرف تدبیر بر نظر دھر کے

دلہن کے گھر شادی کی تیاری کو صرف دو اشعار میں بیان کیا ہے

ایسی ترتیب دی عروسی کی / آسماں حسب کی شان بوسی کی

ٹھاٹ سے اس طرح جو دئیے ترتیب　　بن گیا بام و در جو خانۂ چین

ڈ شاہ کی کتخدائی کے تیار ہونے کی وہ صرف دو اشعار میں یوں بیان کرتا ہے

جب ہوئی ماہ جبیں کی شادی　　وہیں طرحوں سے ہوئی شادی
بس بڑے ٹھاٹ کے رسوم ہوئے　　ریت اور رسم کے لزوم ہوئے

لباس اور زیورات کا بھی وہ ذکر کرتا ہے مثلاً عروس کے زیورات کا بیان ع

تن پر آرائش اور زیور سے　　جڑے جو اہر سے قسم گوہر سے
بس تکلف سے اس طرح جو گئی　　ایسی دلہن کبھی بنی نہ بنی

دولہا کے لباس کا بیان

لدے دلہن لباس و پیرایہ　　پئے آرائش قمر پایہ
سج سجا پیرہ زری سبز ہوا　　بر میں خلعت زری پڑا
با سلیقہ ہر ایک موقع پر　　جڑ دئیے تھے مرصع اور گوہر

تہذیبی پس منظر

پیش نظر مثنوی ایک ہندو سماج کی تہذیب و تمدن کو پیش کرتی ہے دوسرے پہلوؤں پر کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی ہے۔ ہندو سماج میں رسم و رواج اور مذہبی عقائد وغیرہ پر حد درجہ روشنی ڈالی گئی ہے۔ ہندو مذہب میں بتوں کی پوجا پاٹ زمانۂ دراز سے جاری ہے۔ آج بھی ان کی عبادت گاہوں میں پوجا پاٹ کا اہتمام کیا جاتا ہے جسے ہم اپنی روزمرہ زندگی میں دیکھتے رہتے ہیں۔ ناظر نے دولہا کے مکالمہ میں مذہبی طور طریقہ کو پیش کیا ہے۔ ع

ورنہ مشہور ہوں گا بے گانہ　　چھوڑ دوں گا تمام بت خانہ
یعنی مذہب سے ہاتھ دھو دوں گا　　لات سے لات کو گرا دوں گا
یہ جو ناقوس ہے قدیم صنم　　ہو جرس وار نالے کے باہم
ابھی زنار تار تار کروں　　شمع کے تار سا ہی تار کروں
صندل بت نکالوں از رخسار　　دل کو دھو ڈالوں گنگ سے یکبار
دور کر دل سے اب خیال صنم　　باندھتا اس پہ ہوں گا نقش قدم

ہر نیک کام کے لئے زائچہ دیکھنا یا علم نجوم کا سہارا لینا بھی عام تھا اور اس

زائچے سے تیار کر کے — صرف تقدیر پر نظر کر کے

دولہا اور دلہن کا رشتہ قائم کرنے کے لئے ایک درمیانی آدمی ہوتا یعنی قاصد جو طرفین میں رشتہ قائم کرتا۔

کہا قاصد کو یا الٰہی جلدی — کہ سنا دیجے یہ نوید خبری
طرف ثانی کو یہ جتا دینا — لگی ایسی ہی کوئی سنا دینا

جب کوئی مہمان آتا تو اس کی مہمانی کے بعد اس کو پان پھول پیش کر کے اسے بڑی عزت کے ساتھ رخصت کیا جاتا

دیکھی قاصد کو جان رخصت کی — یعنی دے پھول پان رخصت کی

شادی بیاہ کے موقع پر دولہا کو نئے کپڑے پہنائے جاتے، سر پر سہرا باندھا جاتا اس کو مسند پر بٹھایا جاتا اور شامیانہ تانا جاتا۔ سواری کے لئے ہودج اور عماری استعمال کی جاتی۔ سارا گھر چراغاں کیا جاتا۔ خوبصورت رقاصاؤں کا ناچ ہوتا بارات میں ساز اور نوبت وغیرہ بجائے جاتے

پھول سہرے سے یوں ہوا جو گویا خورشید ابر میں ہے چھپا
لو بٹھائے دہ مسند زریں — سب پہ تھا شامیانہ رنگین
ہوئی تیاری پھر سواری کی — ٹھاٹ سے ہودج و عماری کی
روشنی شمع اور چراغاں کی — بام و در کو گویا گلستاں کی
زہرہ و مشتری سے رقاصاں — بس تھرکتے تھے اور رقص کناں
نوبت و ساز دھوم دھام سے تھا — عشرت و عیش خاص و عام سے تھا
یعنی سازوں کا دھوم دھام ہوا — ہر طرف لوگ کا ہجوم ہوا

بادشاہ کی ہستی سماج میں سب سے اعلیٰ تھی اور آخری فیصلے کے لئے اسی سے رجوع کیا جاتا۔ کسی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے خردمند دانا و حکیم جمع ہوتے جب عقل و ہوش سے کام نہ نکلتا تو جادو منتر کا بھی سہارا لیا جاتا

شعلۂ شوق جو تھا کم جو نمایاں | لگے بڑھنے خون ناشایاں
کچھ جنوں میں بموجب اثر نہ کیا | مطلقاً اس کا کچھ حذر نہ کیا
بسکہ اعضوں سے گرم خون ہوا | غیرت عشق سے جنوں نہ ہوا

سماج میں برہمن مذہبی اعتبار سے برتر مانے جاتے تھے عوام میں ان لوگوں کی کافی عزت ہوا کرتی

برہمن ملتان تو تھے سرشار | بیٹھے ارشاد ہو کے مرشد وار

مرنے کے بعد برہمن طبقہ میں مردے کو جلا دیا جاتا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی کو بھی یہ رسم ستی کہلاتی تھی ۔

نے کا استعمال :-

نظیر نے مثنوی میں لفظ 'نے' استعمال کیا ہے عام طور پر لفظ نے قواعد کے اعتبار سے حرف ربط کے لئے استعمال کیا جاتا ہے لیکن شاعر نے اس لفظ کو حرف ربط کے ساتھ ساتھ ایک مختلف معنوں میں بھی استعمال کیا ہے جیسے مثالیں ملاحظہ ہوں ۔ متعدد لفظ نے کو دو لوگوں کے لئے استعمال کیا ہے جیسے ایک نے دیکھتے ایک دوسرے کو دیکھتے ۔

ایک نے دیکھتے ہی رو ڈالے | ایک آنسو سے منہ کو دھو ڈالے
ایک نے کر نگاہ حسرت سے | دم بخود ہو گئے ایک حیرت سے
ایک نے کیا کرے سخن پر درد | ایک نے تھا نکالے آہ سرد

درج ذیل اشعار میں لفظ 'نے' 'وہ' کے لئے استعمال ہوا ہے اس نے یعنی وہ

جب گھڑی اس نے بے ایمان ہوئی | سوئے آتش کدہ روانہ ہوئی
سوز دل سے وہ ہو کے مستانہ | دکھتی ہمت ہے اس نے مردانہ
وصل جاناں سے اس نے بھول گئی | یاد جاناں سو جان بھول گئی
اتنا سنتے ہی اس نے رو ڈالا | منہ کو بس آنسوؤں سے دھو ڈالا

اور حرف ربط "سے" کی چند مثالیں

باپ سے دن میں جگر کو چاک کیا　　زندہ بیٹے کو زیر خاک کیا
شاہزادے سے جب ہوا ناچار　　حکم آتش کا کر دیا ناچار

صنائع بدائع :-

نظیر نے مثنوی میں بہت سی تشبیہات استعمال کی ہیں - مثلاً آنکھوں کو نرگس سے تشبیہ دی ہے

فتنہ انگیز رس بھری آنکھیں　　جادو آمیز نرگسی آنکھیں

لبوں کو لعل اور ٹھوڑی کو سیب ذقن سے تشبیہ دی ہے

لعل لب نازک اور غنچہ دہن　　تازہ خوش رنگ صاف سیب ذقن

مژگے کو نشتر سے تشبیہ دی ہے

مژگے دنبالہ دار نشتر سے　　سینۂ عاشقاں کے خنجر تھے

ابرو کو مہ نو سے تشبیہ دی

ابرو وہ دیکھتے ہی جس کو ڈرے　　مہ نو جھک سلام جس کو کرے

دانتوں کو گوہر اور مرجان سے تشبیہ دی ہے۔

در دنداں کی آب و تابی سے　　در غلطاں چھپے صدف میں رہے

کھاوے جس وقت اس کے بیڑہ پان　　ہووے مرجان گوہر دنداں

زلف مشکیں کو بھجنگ یا کالا ناگ کہا ہے

زلف مشکیں کا دیکھ کر ڈھنگ رنگ　　مست بے خود پیچ کھاوے بھجنگ

زلف کو سنبل کہا ہے

دیکھ ہر تار زلف کی پیچی　　جل گئی سنبل نے اپنی ہر پیچی

چوٹی کو مار کہا ہے

کیا کہوں میں بہار چوٹی کا　　لے گیا دل یہ مار چوٹی کا

مانگ کو کہکشاں سے تشبیہ دی ہے

خوب سی دیکھ صاف سیدھی مانگ　　جس سے لی خبر کہکشاں نے مانگ

سینۂ ریشاں کو جوئے رواں کہا ہے

صبحِ امید سینۂ ریشاں   یعنی بلور صاف جوئے رواں

سرو گردن کو صراحی کہا ہے

سرو گردن نہیں صراحی تھی   یعنی شفاف تر صراحی تھی

کچیں کو آزاد ثمر کہا ہے

ابھرے ابھرے کچیں بہاریں تھی   ثمر دغا ہو جس سے نادان بخت
سمجھا ہے جنہیں نہیں دیکھی   سرو آزاد کی ثمر ہیں لگے

پیٹ کی نزاکت اور ملائمیت کو روئی کا گالا کہا ہے

پیٹ نازک ملائم و زیبا   مخملی جیسا روئی کا گالا

چہرہ کو چاند کہا ہے

چہرہ ماہ وش ایک چاند سا تھا   معمور حسن کے ماہ مہ پارہ

نوکِ مژگاں کو تیر کے بھالوں کہا ہے

نوکِ مژگاں وہ تیر کے بھالوں   دل و دیدوں کی ہوں جگر دوزاں

جبیں کو سفیدۂ نور کہا ہے

سفیدۂ نور سی جبیں جس کی   بلکہ تشبیہ ہے نہیں جس کی

صنعتِ تضاد

مثنوی میں شاعر نے صنعتِ تضاد کا استعمال کیا ہے۔ چند مثالیں دیکھئے۔

کہیں مستور ہے کہیں مشہور   کہیں رنجور ہے کہیں مہجور
کہیں توڑا ہے اور کہیں جوڑا   کہیں جوڑا ہے اور کہیں توڑا
وصل سے ہجر و ہجر سے ہے وصل   فرع دو ہیں اگرچہ ہے ایک اصل

آخر میں املا کے ان اصولوں کے متعلق چند باتوں کی صراحت ضروری ہے جو اس مثنوی کی تدوین میں ملحوظ رکھے گئے ہیں۔ قدیم الفاظ مخطوطہ کے املا کے بعض اصول معیاری اردو کے مروجہ املا کے اصولوں سے بہت مختلف ہیں جیسے

ہووے	نہ ہوئے	ہیگا	رہیگا	آنکلا	آنکلی
کبھو	کبھی	دو ہیں	وہیں	یکدگر	یک دگر

ابھول	بھول	الدھر اودھر	ادھر اُدھر	خامش	خاموش
کبھی	کبھی	بیکلی	بے کلی	نیم کچلی	بے کچلی

وغیرہ بجائے بائے وغیرہ بھی پائے ہوئے زیادہ استعمال ہوا ہے اور قدیم متروک الفاظ دکنی الفاظ جیسے لیکن ’تدن‘ ’نت‘ ’تو بھی‘ ’ہر کنا‘ ’تلک‘ ’بے کلی‘ ’ہووے‘ یدان ’لدث‘ ’دعو‘ ’دنک‘ ’ہزار‘ وغیرہ الفاظ کا بھی استعمال ہوا ہے سب سے درنا ثابت ہوتا ہے کہ یہ قدیم مثنوی دکنی کی ہی دین ہے ایسے قدیم املا و الفاظ کی جو عزیب ہیں ان کا نئے نسخے میں صرف اصلاح کر دی گئی ہے) اس میں کوئی شک نہیں کہ وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ دکنی میں بھی دکنی الفاظ کی جگہ عربی اور فارسی کے الفاظ لے لی ہے اور اس مثنوی میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں یا چند اشعار ایسے ہیں جن کو پڑھنے کے بعد یہ گمان ہی نہیں ہوتا کہ یہ قدیم مثنوی ہے

داغ کا جن کے یہ اپس دستور — مار نہ سمجھے وہ لذت ناسور
بازی یک طرف نیم دل یک طرف — ٹک زبان کو کھینچ مونگیہ طرف
کہیں مد ہوشی ہوکے پروانہ — شمع پر دیا گرے ہے مستانہ
کہیں شیریں کو کر دیا جلاد — کہیں بیداد تیشہ فرہاد
یوسف حسن کو دکھا الہام — ہے زلیخا کو کر دیا بد نام

ایسی ایک دو نہیں کئی مثالیں ملتی ہیں جو نفیس اشعار کے ضمن میں لائے جا سکتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ اصول تذکیر کے لحاظ سے کئی ایسی مثالیں بھی ملیں گی جس میں تذکیر و تانیث میں کوئی فرق ہی شاید باقی رکھا گیا ہو جیسے

بال تازی نکال ہے گا — کر نہ پیارے یہ چوٹی الٹا ہے گا
کیا کہوں میں بہار چوٹی کا — بس گیا دل یہ مار چوٹی کا
جبکہ چوٹی کا یاد آتا ہے — سانپ سینے پہ تیر کے جاتا ہے
کمر سازی پہ تب کمر باندھی — جس گھڑی تب پیر نظر باندھی
جان کا انتظام کس میں ہے — کہ ضمیر احسان میرے بس میں ہے

یہ مقدمہ ادھورا رہے گا اگر میں جناب حکیم محمد یوسف صاحب ٹمکور
کا شکریہ ادا نہ کروں کہ انہوں نے مثنوی کا مخطوطہ مرحمت فرمایا اور یہ مثنوی
منظر عام پر آسکی اور ان اصحاب کا بھی میں شکرگزار ہوں جنہوں نے اس
مثنوی کی تدوین میں مجھ سے بہ استقامت اپنا ہاتھ بٹایا ۔

ڈاکٹر محمد حفیظ اللہ

مورخہ ۲۰/۷/۹۲ء

صدر شعبۂ اردو
گورنمنٹ آرٹس کالج
بنگلور - ۱

ھذا المثنوی من تالیف قطبی عفی عنہ

و بہ بسم اللہ الرحمن الرحیم نستعین

یا الٰہی بہشت کی باتاں سبے ؛ جیسے ہر یک بیت میں کوئی [illegible]

جیسے موتی ہر یک بیت میں ؛ ہر یک جیسے ہر [illegible]

ان میں جسکا نزول [illegible] ؛ جیسے [illegible] جان [illegible]

کہ میں اسکا [illegible] ؛ جیسے [illegible] میں [illegible] مقصد [illegible]

[illegible] سے تمام [illegible] ؛ [illegible] ہو وو تو [illegible]

باوقت [illegible] ؛ [illegible] ہر یک بوند کا [illegible]

جس کے زمین [illegible] ؛ خوب ساوہ نہال ہوتا ہے

انہیں [illegible] اسکا [illegible] ؛ انہیں کچھ اور اسکا [illegible]

جانا نازی نکالنا [illegible] ؛ طرح [illegible] ڈالتا [illegible]

تازے تازے خیال لاتا ؛ نیارے نیارے [illegible] لگاتا

جیسے کیا [illegible] ؛ انتین [illegible] کے ڈالے ہے

[illegible]

عہ تبے ۔ عہ۲ بچے ۔ عہ۳ سے ۔ عہ۴ اسی کا ۔ عہ۵ بود ۔ عہ۶ کہیں ۔ عہ۷ نکالنا ۔ عہ۸ ڈالتا ۔ عہ۹ بچگا ۔ [illegible]

عہ۱۰ نیارا = جدا ، الگ ، علحدہ ۔ عہ۱۱ نہال ، تازہ لگایا ہوا پودا ۔ عہ۱۲ ڈالے

نغمگی سے کہیں خموش : نالگی سے کہیں خموش

سوز دل سے کہیں اٹھے نالے : کہیں نکلے جگر کے پرکالے

گاہ دل کو کسو کی خاموشی : گاہ ایسے کہ کوئی فراموشی

کہیں سوز و گداز لئے ہے : کہیں جوش و ناز پائے ہے

کہیں پوشیدہ راز رکھتا ہے : کہیں راز و نیاز رکھتا ہے

کہیں کچھ حسرت نگاہ دیا : کہیں وحشت کی دیکھو جا بجا

کہیں تیور غبار دامن کا : کہیں تیور جا رزمن کا

کہیں کچھ بند و آشنائی کی : کہیں کچھ بند بند جدائی کی

دل کسو کا مزور رہ جائے : چند گہ وہ یہیں چھوڑ دیا

یک طرف کوئی دام میں ڈالا : یک طرف کوئی مقام میں ڈالا

کسو کو جس نے گریبان چاک کیا : کسو کو زندہ زیر خاک کیا

کہیں بیدل کے درد جگر پر داغ : کہیں جگر سے خون دل سے داغ

کہ ازل سے یہ آنکھ رکھتا ہے : چند ہم کو ڈھانک رکھتا ہے

---

١ سے ٢ خاموشی ٣ اٹھے ٤ پرکالہ = ٹکڑا، لخت پارہ ٥ چنگاری، شرارہ ٦ گاہ = کبھی
کسی وقت، بعض اوقات ٧ ٨ کسو = کسی ٩ لے = اٹھالے ١٠ ابھار = بہار ١١ کد = طبقہ
١٢ گریبان ١٣ بے دل ١٤ آنکھ ١٥ ڈھانک

بچہ جنید وہیں خیال کرتے : بچو بہشت کے کوچے بہال کر

داغ کا جس کے بدن میں دستور : ناز پچھے بلذت ناسور

گاہ غنچہ کرے ہیے گاہے گل : بستگی دے کہیں کہیں سے گل

یکطرف چاک گل کا دامن ہے : یکطرف عندلیب نالان ہے

دیکھو بلبل کے گاہ تڑکا وے : آتش گلکو گاہ جگر کا وے

بیچے کسکو یہہ دیدہ نمناک : کہیں آفت رسیدہ غمناک

بیچے کہیں زلف درہم و برہم : بیچے پریشان کہیں دل پر غم

بیچے کہیں زلف کی پریشانی : بیچے کہیں دیدہ سے حیرانی

ایک سو ناز بیچو تابی ہے : ایک سو نیم خوابی ہے

بیچے زبان پر کہیں سخن پر درد : کہیں نکلے ہے دل سے آہ سرد

کسو نے اپنے دم بسیر زہ لیا : کسو سوز غم بسر آہ لیا

کسو کے دل کو اضطرابی ہے : اضطرابی کہیں حجابی ہے

یکطرف تھا تماشے نزاکت کا : یکطرف کھات بزاکت کا

کہاں

---

۱ بھٹکے ۲ بر لذت تا ۳ گاہ ۴ گل ۵ تڑپنا ۔ نشتق ہونا ۶ دیدہ ۷ رسیدہ ۸ دیدہ بار ۹ پیچ و تاب ۱۰ سے ۱۱ اضطرابی ۱۲ حجابی ۱۳ تماشے ۱۴ کھات ہے

کسو نے ہو کیا بیابانی : کسو کا ہے جنون بجولانی
خاطر افسردہ ہے کہیں دل ریش : مژہ خونچکاں کہیں ہے ریش
کہیں مستور ہے کہیں مشہور : کہیں مجبور ہے کہیں مہجور
کسو کا حسن ہے سنوارا ہے : کسو کو دید ہے نظارا ہے
کہیں کوچہ میں ہے مقیم ہوا : کہیں دل غوث گرد و نیم ہوا
کہیں سر تہ شاہی زانو ہے : کہیں خیزاں ہے درد پہلو ہے
کسو کے دل میں جوش خون ہوا : کہیں سرمایۂ جنون ہوا
ہے کہیں پانو میں پڑا چھالا : کسو کے لب پہ ہنسی آ چلے
کہیں مقتول ہے کہیں کشتہ : کہیں مذبوح خون میں آغشتہ
یکطرف حسن کی ہے زیبائی : یکطرف محو ہے تماشائی
ہے کسو کو غرور رعنائی : ہے کہیں بدل تمنائی
کہیں افسوس رجانی ہے : کہیں کہہ حسرت جوانی ہے
کہیں پیراستہ زرینہ ہے : کہیں آراستہ قرینہ ہے

۱ کسی ۲ بیابانی ۳ بجولانی ۴ افسردہ ہے ۵ دل ریش ۶ کوچے میں ۷ پھوٹ ۸ خیری نفوذ۔
۹ پانوں میں پڑے ۱۰ قتی جانے ۱۱ ہیری

ہے کہیں شوخیوں کی جولانی : ہے کہیں بار چین پیشانی
رشتۂ جاں کسو نے توڑ دیا : نسبتِ دل کسو کا پھوڑ دیا
کہیں توڑا ہی اور کہیں جوڑا : کہیں جوڑا ہی اور کہیں چھوڑا
کہیں بیہوش ہو کہ پروانہ : شمع پر جا گری ہے مستانہ
من لگن شمع کا وہی ہے لگن : ہر پروانہ کا ہے جیب لگن
کہیں شیریں کو کر دیا جلاد : کہیں بیداد تیشۂ فرہاد
قیس بنگال کہیں کو آوارہ : جان لیلیٰ پہ ہے کہیں آرا
یوسف حسن کو دکھا نب : جیسے زلیخا کو کر دیا بدنام
کہیں منہ کو دکھی جرعہ ہے : کیا مدعا لتی کی ہی دریے
ایک غرق آب جو ہے : دوسرا غرق آب جو ہے
جنگ کو نتو نہیں ڈالے ہے : کہیں ڈوبو نکو بھر کالے ہے
وے ہم آغوش یار ہوتے ہیں : آخرش ہم کنار ہوتے ہیں
کسو کو کام ہے جدائی سے : کوئی بدنام ہے جدائی سے

تمت

---

۱ جولانی ۲ پیشانی ۳ کسی نے ۴ توڑا ۵ جوڑا ۶ چھوڑا ۷ پیتا رہتے گا ۸ دسمبر کے
۹ آغوشوں میں ڈالے

کہیں سوز و گداز ذاتی ہے :. کہیں ذاتی کہیں صفاتی ہے
کہیں افراد ہے کہیں تفرید :. کہیں آزاد ہے کہیں تجرید
الغرض کار سیل سازی ہے :. کہ حقیقی ہی گہ مجازی ہے
وصل ہے ہجر ہجر سے ہی وصل :. فرع ذروں میں گر چہ ہی یک اصل
جب ہے عشق تیری شوکت و شان :. بھاوی اپنے تو اٹھ گئے اوسان
زور ہے عشق تیری سر تابی :. زور آزمائی قوت آزمائی
کام میں اپنے کام یکتا ہی :. جو کہ یا یا سو ہکا بکا ہی
جلی ہے عشق تیرا جلال و جمال :. مرحبا مرحبا فعال فعال

افسانہ ہست میں سوز و گداز عشق کا

راز دار روحی یک حکایت تھی :. نمک تازہ ہر جراحت تھی
کہ یہ استاد یک غائی میں :. کام جو حیلہ و بہانی میں
عرفہ مرا شنی و اقعہ ڈالا :. واقعہ تازہ حادثہ ڈالا
کہ کہیں دو جوان رعنا تھی :. یعنی سرو سہی زیبا تھی

۱؎ آزمائیں ۲؎ ڈالا ۳؎ تھی ۴؎ ہے ۵؎ اس لئے

یعنی وہ خوشدل اور فرحت سنج : بیدلی[1] کا انہو کو بیچار رنج

لبنے خلقت فرشتہ مشرب تھے : برہمن زادۂ ہندو مذہب تھے

تیسے لڑکپن[2] سے شیر خوارۂ عشق : نازپروردۂ نظارۂ عشق

آگے ہی کہہ رہے ہیں روح و مستی : تھے قدم زن بعشق و مستی

ابتدائی ہے عشق الفت کیا : راہ لی مذہب محبت کیا

جادۂ الفت بعالم طفلی : آہ و حسرت رجانہ طفلی

اُرتے تھے نپٹ ریت کی بازی : تھے تازے پریت کی بازی

بازی یکطرف حسن دل نظر : یک زبان ایک معنی و یک حرف

یکطرف سے ایک کی تمنا کی : یکطرف دل کی آہ و مینا کی

ایک نے دیکھتے[3] ہی رو ڈالا[4] : ایک آنسو سے منہ کو دھو ڈالا[5]

ایک نے کرنگاہ[6] حسرت سے : دم نہ کچھ ور رہے ویک حیرت سے

ایک نے تہا[7] کر سخن پرورد : ایک نے تہا نکالے آہ سرد

دلیں دونوکے تہا کمال سوز : جز نگہ تھے سو ناوک دلدوز

عہ بے دلی عہ۲ لڑکپن عہ۳ دیکھتے ہی رو ڈالے عہ۵ دھو ڈالے عہ۶ نگاہ عہ۷ تھا

ایک سو ہمدمی تھی دونوں : ہمدمی محرمی تھی دونوں

یکدگر دیکھیں بن نہ رہ سکتے : دوری یک تن کی نہ سہہ سکتے

واں سے کہتے تھے نازاں میں : ایک کے ایک کوں تھا بس میں

الغرض وے بحال محبوبی : سو گذر جس اور بہ خوبی

چند گاہ اس طرح بہ ناز و نیاز : رہے آپس میں تھے بہ سوز و گداز

ہونے لاگی ترقی روز بروز : دلیں بڑھنے لگا محبت و سوز

یعنی بڑھنے لگے اتون جیون ان : گیا سر سانی عشق نہ تون تو ان

چند گاہ ایسے اتفاق رہا : بازی و شوق بار وفاق رہا

تب یہ نیرنگ سن زمانی کی : شعبدہ بازی آسمانی کی

کہ سو جیسے جدا کرنا : عینے فتنہ کو بر ملا کرنا

ہمدمی اتنی ہی غنیمت ہی : جب تو دیکھو تو ایک دو دن ہی

سو ہی ایسے میں بنا : سو ہی صحبت پسند نہیں آئے

کان میں ہو کا جا ہی آئے : کہ جدا یکدگر سے ہوں جیسے

---

۱ تھی ۲ یک دیگر دیکھیں ۳ تھے ۴ نہ تھا ۵ بہ سوز و گداز ۶ لاگی - لگی ۷ بڑھنے لگے
۸ ان = وہ ۹ جیون جیوں = جوں جوں ۱۰ کیا ۱۱ کسو = کسی ۱۲ تھی ۱۳ سو ہی = سبھی
۱۴ بھائے = اچھے لگے ۱۵ ہوں ۱۶ یکدیگر

دیکھو سکھاتت پر لجا تا ہوں : دیکھو سکھ تھاتت سی ملا تا ہون
کان میں اتنا بول وہ سر کا : لیکے دلیں اٹھا و میں بھر کا
کیونکہ پوشیدہ آشنائی تھی : چندگہ صبر آزمائی تھی
عشق کی کیف جب ابھری : تب ہو مشہور یہ ٹھہرائی
یعنے تا چند صبر آزما ئی : طاقت اب کہاں ہے شکیبائی
دیدہ ہے کب تک کھچے : زخم حیرت کو کب تک سیے
کب تک خون ناب پینا ہی : بے خور و خواب کیونکہ جینا ہے
نہ کبھی دے دلبر کے تکیے میں : نہ کبھی خضر ہوشہ میں ہے
ہے جوانی سو ایک فصل بہار : موسم عیش وقت بوس و کنار
جب وے افسوس دن بہت ہیں : جو بسر بیقراری کلفت میں
پھر یہ تہمت نہیں رفع داغ : کچھ نہ تازہ نسیم گل سے دماغ
سر بہ بالیں ہے کنبے پینہ نہا : ستر خشت لحد ہے جیسے اچھا
چندگہ ہم تھی رہیں آغوش : قدح نا ہے کب تک مدہوش

۱۔ لگا تا ۔ ۲۔ ٹھاٹ ۔ ۳۔ اٹھا وہیں ۴۔ کیونکہ پوشیدہ آشنائی تھی ۵۔ ٹھہرائی ۶۔ ہے
۷۔ نرگس ہے دھڑک ۸۔ ننھی بچیت ۔ بے فکر ہو جاوے ۔ جاگے ۱۰۔ نا ہے ۱۱۔ اچھا

اس طرح کتک اٹھاوین رنج : باوجود کہ ہووین بر سر گنج
وا تو کچھ اضطراب کرتا تھے : ابھی خانہ خراب کرتا ہے
ہوش وو وقت مین جنگ نے لگا : اور بی کچھ امنگ ہونے لگا
اب کچھ ہنگ ننگ ہوئیگا : اب ہوس ننگ رہوئیگا
جان و دل سے تنگ ہوتا : رخصت اب نام و ننگ ہوتا
اک تک ننگ و نام غمناکی : کب تک درد و غم المناکی
کوہ پشہ سرہری ہاین سب غم : چارہ جوئی کرین نہ کچھ سب
رفتہ رفتہ یہ راز ظاہر ہو : اقربا خویش جیکہ ماہر ہو
ہوی القصہ کمبختی مین : عاقبت رسوائی ناکامی
رسوائی مین کیا ابتلائی : جگ ہنسائی ہی جگ ہنسائی
وصل مین ہجر کیا قباحت : ان قباحت ہی ایک آفت
ہونے رہین وصل مجبوری : باوجود وصال ہے دوری
متوتر کرکے اپنے ہمت : تھے جب دل انہو کے حرت

۱ اٹھاوین = اٹھائیں ۲ کچھ ۳ ابھی ۴ جنگ ۵ رہوئیگا = رہے گا ۶ غمناکی
۷ المناکی ۸ سرہری ۹ تک ۱۰ رسوائی ۱۱ اپنی ۱۲ تھے = رکھے ۱۳ انہوں کے = ان کے

تجھے تجویز صحبت کی کرکے : دیے جوڑا ہم نے یکدگر سے

اظہار کرنے میں اپنا احوال ایسا بہ رستہ واسطے خواستگاری دختر کے

۱ الغرض کرمت وزیر دو دلو : میں قبول ہوئی مہاجرت دو

۱۳۰ دو دلا دیدے سے ہوو محرم : ہو گیا بر قسمت معشوق

اُس طرف دیہہ لگا ترپنے کو : اس طرف اسکا دل بھی جگر کو

اس نظار میں لگیک دلین بس : چند گلہ سے لگے ہونے ادا رس

قصہ کوتاہ ہوہ جب ستارہ چند : ہوویں روسی جوان کو سمجھا

دیکھنے کہنے لگے یہ گیا کچھے : کیوں نہ اب ہر لاس بہا تجھے

۱۳۵ کچھنے فکر کیا کدہر جانا : یارہ اس بن مین مرجانا

کیلنا حقدی ادنی سکاپیے : سخت مشکل بات شکاسیے

دل کہاں جب خبط دل تھا : کل جہان تھا تہان ہی بیان تھا

نکلی ہے وہ بیقرار ہوا : سخت گھبرا کے زار زار ہوا

ذوق کا تھی سدہ نہ نکلی : فکر تھی اسکو بار جانی کی

ختم

۱۔ خواستگاری ۲۔ دونو = دونوں ۳۔ ہووے = ہوئے ۴۔ لگا ۵۔ دیک = لیکن
دلیں = دل میں ۶۔ دل سے ۷۔ کا ملنا ۸۔ تہا = تھا ۹۔ کل جہاں تھا تہاں = وہاں = وہیں
۱۰۔ بے کلی = بے چینی ۱۱۔ لگا ۔ کی سدھ ۱۲۔ پانی کی

چین دیکھو نہ رات کو آرام : خواب و خور مطلق گیا حرام

پھول کی طرح جب اٹھے خستا : زعفران زار ہو گئے بیمار

گل سا رخسار ہو گئے پژمردہ : داغ دل ہو گیا ہے افسردہ

دیکھا جو بیٹا نے یہ حال : پوچھا کیا تھا تجھے تیرا خیال

اتنا سنتے ہی اسنے رو ڈالا : منہ کو بس انسوؤں سے دھو ڈالا

کھینچ کر اسنے ایک آہ سرد : دل سے لایا زبان حرف درد

وہ جو من میں تھا پیچ و تاب : جیسے تئیں رو رو کے بولا

جلد جلد اپنے چارہ جوئی کر : تا سدھر جاوے کچھ تیرا تدبیر

کہ میرے تئیں ہے پیچ خواب و خفت : طاقت اب تک نہ جی میں [illegible]

جیسے وہ جفت جسکا آشفتہ : نفاق ہے [illegible] آشفتہ

دل میں جان ہے اتنی اب : نہ کوئی ہے کہ اسے طاقت تاب

جلد ہو جاوے اپنے شوق : مدعا کہتے ہو لیے ماجرا سکو

بات نکلی ہے کہا گریبان سے : لاگی انگشت ہے کچھ [illegible]

ع۱ دن کو ع۲ پھول ع۳ تھا ع۴ بیٹا ع۵ رو ڈالا ع۶ رو دیا ع۷ آنسوؤں سے دھو ڈالا
ع۸ کھینچ کر ع۹ وہیں ع۱۰ کچھ ع۱۱ تیرا لیے ع۱۲ بے دھڑک ع۱۳ گریبان ع۱۴ لگے نکلے

نہ ناموس و ننگ رہوگا[۱] : نہ رضیوں کا امنگ رہوگا

صبر رخصت شکیب رخصت : جان سوں ہے قریب[۲] رخصت ہے

یار تو دیر ہو وسے مٹے ہیں : نہیں کچھ مشتاب کچھ تو نکلنے

آج کل جان جان جاوںگا[۳] : جان تو نہیں زرا ن جاوںگا

کچھ نہیں فکر جو کرنا ہو : کڑی[۴] تجویز گر مسیہرا ناہو

ورنہ مشرب ہی ہونکا بیگا : جھوڑ دونگا[۵] تمارا[۶] بت خانہ

ٹیسے ہر بت ہات[۷] دہونگا : لات[۸] لات کو گرا دونگا[۹]

یہ جو ناموس سے قدیم صنم : ہو جہیں وارنا قے کجا ہم

اہی زنار تار تار کروں : شمع کیتا رسا[۱۰] تیدتا رکروں

نسنال بت کالو از رخسار : دیکھو دہو ڈالوں[۱۱] کفنے کے بار

دور کر دل سے اب خیال صنم : باندہتا[۱۲] اسیہ ہو کا نقش قدم

مذہب برہمن نیجے انکار : اہی[۱۳] پڑہتا ہوں سن تو استغفار

نیسے بخشو ہیں[۱۴] نیک سے کام : ہیں قبولوں[۱۵] کا ملت اسلام

الٰہی

ع۱ رہے گا ع۲ قریب ع۳ جاؤں گا ع۴ گھڑی ع۵ چھوڑ دوں گا ع۶ تمہارا ع۷ ہاتھ ع۸ لات ، یاؤں ع۹ لاۃ ومناۃ ، بتوں کی ع۱۰ ساتھ ع۱۱ دل کو دھو ڈالوں ع۱۲ باندھتا اس پہ ہوں گا ع۱۳ ابھی پڑھتا ہوں ع۱۴ نہیں ع۱۵ قبول لوں گا

داستان اظہار کرنا پسر احوال اپنا پیش پدر کے واسطے
خواستگاری دختر کے آگاہ ہونا پدر احوال پسر سے اور
خواستگاری کرنا دختر کا مادر پسر سے

گوش زد باپ کے ہو جب حال : وو ہیں رو رو کے ہو گیا وہ نڈھال
اسکے یک بیک تن کو آگ لگی : جیسے بس تن بدن کو آگ لگی
حرف حرف اسکے سنکے نشتر ان : تھرتھرانے لگی وہ پیر کہن
دل ترک اور ٹوٹنا چھوٹ گیا : رشتہ جان اسکا ٹوٹ گیا
مہر بیٹی کی جب سنی پایا : کہہ بیٹا پسر سے ہوش میں آیا
ماجرا سوز و درد کا ہر کوئی تب : پارہ جو تھی ہین ہو گیا خوش تب
بیٹے جاتب دو ہیں کر رہا : لگا کر بیٹے کے جگر سے رو ہوا
دیکھ حالی کو آب دوری کیا : جسکا ترسانی خبر دی کیا
ایسا تیار کی ذخیرہ کو : بیٹے کے دل کی بیٹ شیرہ جو
اتو ستانی براہ دلداری : کیا ت وہی خوب تیاری

ع۱ خواستگاری ع۲ آگاہ ع۳ وہیں ع۴ بن کے ع۵ تن بدن ع۶ طرح یہ شق ہونا
ع۷ کلیجہ ٹوٹ گیا ع۸ ٹوٹ ع۹ جو سنی میں ع۱۰ ہوش میں ع۱۱ گوش ع۱۲ رو میں
ع۱۳ دیکھ ع۱۴ اٹھ ع۱۵ شادی کی

جنے جو کچھ تھا جشن کے درکار : سب سلیقے سے کر چکا تیار

تب بلا قوم کے بزرگوں کو : ساز و اسباب سب دکھا کے کہا

آپ جیسے بجا ہے سب کر گے : صرف تقدیر پر نظر دھر کے

جو کے درکار ہو سو لے لیجو : سر براہی یہ کام کی کیجو

180 آپ کا سانا کو جا ابھی جلدی : کہ سناوے تجھی یہ خوشخبری

طرف نانی کو یوں جتا دینا : لگن اپنی سے سی کو بھی سنا دینا

کہ ہر کو اسکا خانہ حسن آباد : یہ لو پہنچا تمھارے گھر داماد

سب کچھ آمادہ تم بھی کر لیجے : جو ہو نا ہو سو سب مہیا کیجے

دیے جشن و سرور کا سامان : ہو وے تیار سور کا سامان

دختر خوشنکا کی اقربا ئی دختر کو پہنچنے میں اور شادی میں [illegible]

185 تا صد وہ تقدیر تھا ارژن تھا : نجیب وہ مہر سلیمان تھا

اسکے مو نیز رو صبا آتا : تہمت کل لیا وہیں پہنچا

جا کے گھر کو عروس کے نندان : دیا مژدہ بفرحت و شادمان

بسانا

[illegible]

سنگے بہت یا تو یے بہت شاداں شاد : دیسے لاگے وو ہیں مبارک باد

اقربا خویش سب سے خوش دل : لیک تقدیر ایسے تھے غافل

مادر خور عروس ہو شاداں : از سر نو وہ پائے تاب و تواں

دیکھ دیسے قاصد کو مانج خلعت کی : تیسے دی پھول پان رخصت کی

وو شگفتہ لب جو تھے دل افسردہ : رو شگفتہ ہو یہ بہ بسیں پژمردہ

لب کہ ہنستے ہی تر دماغ ہوئی : خندہ زن لب کیا فراغ ہوئی

ہو شگفتہ اٹھے تنکا نیسے : باد آئے کسو ہوا نیسے

جھاڑ دامن سے گرد دل تنگی : زرد دی بدلی بہ رنگ گلرنگی

گل گلزار گلشن خوبی : حسن کا شمع انار وہ

غنچہ نورس جبین جسکی : بلکہ تشبیہ ہے جبین جسکی

فتنہ انگیز رمز بھری انکھیں : جادو آمیز نرگس انکھیں

نوک مژگان وہ تیز بھالا ان : دل و دیدہ وکی ہو خنجر گزراں

تیر کے دنبالہ دار نشتر ہے : سینۂ عاشقاں کے خنجر تھے

---

۱. شگفتہ ۲. اٹھے ۳. کھلنے ۴. گل گلزار گلشن خوبی ۵. حسن کا
۶. فتنہ انگیز رمز بھری آنکھیں جادو آمیز نرگسی آنکھیں کے بھالا ان
۸. کاجل کی لکیر جو آنکھوں کے کنارے آرائش کے لئے لگائی جاتی ہے

ابرو وو رنگیتی ہی جیسے بکودر : مدنو جھک سلام سب کو کرتے
انکھی اور سیدھی خوشنمانچی : نوک دار اور رنگ سانچی
لعل لب نازک اور غنچہ دہن : تازہ خوش رنگ صاف بے زاقن
نو رخندان جسے ایک جا دہ نبات : دیکھ اہر دو جس کو بھایات
دُرِ دندان کی آب تابی سے : درِ غلطان جیسے سدہ بین سے
لہاو جس دوقت انسے سبزہ نمایان : ہووے مرجان گو ہر دندان
گال ہے تشبیہ بین اگر رخسار : سرخ ہوجاوے گر نوا نا بار
زلف مشکین کالی دیکھ کر جو نباک نگہ : مست ہو جوشن ہو تھا و بجھیک
دیکھ ہر نار زلف کی بیچی : ہوئی سنبل انی بیچ بیچی
کیا کہوں میں بھار چوٹی کا : بس گیا و لبیہ کا چوٹی کا
مسکرا تی کا باد آتا جی : سانپ سینے پہ بھر سا جاتا
ہی دو لٹ کا بنا و چوٹی کا : سب بار اسما و چوٹی
ہو نمودار یون مبانف زری : جیسا ہری ہی بجلی ہی بجری

اور

۱ دیکھتے ہی ۲ انوکھی ۳ گھڑی کی ۴ گھڑی کا گر لھا ۵ لگا تو کہتے کہاں سے ۶ پینچ ۷ یاری ۸ کیا ہوا میں بہار چوٹی کا ۸۔ دل پہ مار چوٹی ۹ چوٹی ۱۰ خوشنما چوٹی اور خوبصورت

خوب سی ناک یہ صاف سینکی مانگ : جستی لی خیر کہکشاں نے مانگ

۲۱۵ صبح امید سینے ریت ان : تیری بلّور صاف جیوں روشن

سرو گردن منے سراحی تھی : یعنی شفاف نرصراحی تھی

بسکہ تھا تن تھے ساعد و بازو : نازکی جیب کے ساعد و بازو

پاک کینہ سے صاف سینہ تھا : گنج حسن اُس کا قرینہ تھا

حسن تو نرمی تھا ابھرا سینہ : حسن کے کام تھا نگینہ

۲۲۰ ابھرے ابھرے تھے سینہ نہایت سخت : قدر تھا جو بس نازان وقت

تجھ تنی کی منے منے دیکھی : سرو آزاد کو تھمر میں گیا

پیٹ نازک ہوا پروزیبا : مخملی جیسا نزاکت کا لا

دو منے سی کی کمر ہو گئی کہ تمام : جسکا نہ بسنا ہو خود خیال محال

نازکی تھی تھیجتر زمیں : کدکلی کدکلی سجی زمیں

۲۲۵ ساق سمیں تھے خوتا ابی : جیسی ساق بلور کی دو تا

بند ہو نیکا جو دیکھ دھج اورنگ : رنگ ہنکا ہو سیب بھی دنگ

ت۱ مو یا میاں ، بیرہ تان زنّان و اُلٹا لٹکا ، مخملی جیسا روئی کا گالا دون میں
ت۲ بند ہو کا ، بھیکا ، پیٹھ کا
بن آستینوں کی کُرتی یا کوٹ جو نیچے پہنتے ہیں

پیارے پایان حنائی انگشتاں : آتش انداز سینہ ریشاں
آف پا جے بنکی دار رسی : پشت پا تیسی خون بہار رسی
زردہ نوکو تھی حنائی کی : رنگ گلزار دہ بنائی تھی

چہرہ خوش ایک چاند تھا سا : روبرو جسکے ماہ تھا پارہ
نازک اندام اور گلابی رنگ : تسپہ جوبن کا اور ہی تھا ڈھنگ
بانکپن اور سجیلی انکھ سیانی : دہن بھری اور رسیلی رنگیلی
اسکی بت میں جہان کی خوبی : دیکھیے آنکھ کہیں وہ چھب تختی
خوبرو دلربا ادا بانکی : وضع پاکیزہ خوش قد پتی
حور فردوس جسکی بانی ہو : سچ پری وہ کہوں تو لائق ہو
ایسی رعنا کہاں ملے گی نظیر : یعنی تھی بےنظیر و بدر منیر
دل فریبی جو تھا وطیرا اسکا : تخت امید تھا ہرا اسکا
پھیر لاگی انہیں ادھر سے ور : پاس اپنا تھا جو بدر منیر ظہور
نظر خوبی غمان کی جنبانی : وعدۂ وصل کی تھی جولانی

۲۔ کون پا ۳۔ جیسی ۴۔ بےنظیر ۵ ادھر ادھر

تب مشاطہ سنگاردان لا کے : تیسے آرایش اسکو لوا کے
ہاتھ دی اسکے ایک آئینہ : لیکر زانو پہ اسکو بٹھا کہ
اسکے زینہ اسکا تھا دامن : ہو گل روشی اور رشک چمن
رنگ بھبوکا تھا جو کہ شعلہ نور : مہ جبین و حسین مثل حور
جسکا ہو عارض نگار بھار : نہین آرایش اسکو کچھ درکار
رخ جو خوبی سے آفرین ہو : پھر حسن مع رسیدہ ہو
نین مشاطگی سے جو حاجت : نہین کچھ احتیاج تھی زینت
غنچہ بن رنگ و بو سے تھا کا گل : ہو گیا شانہ دستہ سنبل
تب آرایش اور زیور سے : جڑ جو ہر سے قسم گوہر سے
بے تکلف سے اس طرح جو تھی : آہین ویسی کبھی بنی ٹھنی
بس سے ڈھب سے جب بنا دہ بناؤ : اور یہ عالم کا ہو گیا بہاؤ
ماں کو اس حالین لگی پیاری : سرو قد کی وہین گئے واری
تب کہے ماں نے مسکرا جلدی : دیکھ تو ترتیب سنوار دا ما دی

ع۱۔ بہار ع۲۔ نجری ع۳۔ مہر ع۴۔ دلہن ع۵۔ ڈھب ع۶۔ تھا ملک حال میں ع۸۔ جشن، ہتملاکی
بیان خوشی کی محفل

گھر آراستہ در و دیوار ۔ پہنچا یوسف یہ بولب بازار

آمادہ ہوئے میں سامان شادی کے اور اضبار دیشمنوں

٢ خندہ زن اس طرح کچھ بیہم ۔ مادر مہربان پو خرم

کار سازی تب کیا نہیں ۔ حسن ترتیب پر نظر اندیش

یعنی آمادہ وہ بیاہ فرمان ۔ کی مہیا متاع بحر و کان

ایسی ترتیب دی عروسی کی ۔ آسمان جس کی خاک بوسی کی

تھا ت سی اس طرح جو دہر ۔ بنگیا بام و در جو خانہ چین

جشن فرحت بعز عقد بلند ۔ ہوئی یعنی تیاری شادی کے

دیکھ اختر کی ایک ساعت نیک ۔ اہل تنجیم سے اشارت نیک

دو طرف سب جو ہوئے دلشاد ۔ بس ہے تھا تب ہی مہیا د

خوش نوا سنج اہل محفل تھے ۔ پر نوشتہ اگے غافل تھے

بعضے غافل تھے چرخ بازی سے ۔ شعبدہ باز حیلہ سازی سے

محفل عیش جمع ہو دلشاد ۔ منتظر تھے بمقدم داماد

بازی

۱۔ بازوی ۲۔ تھا ۳۔ میں گیا ۴۔ بڑے بھائی ۵۔ منڈھے شادی

مرزا شادی ارجمانا ۶۔ و شعروں سے ہے ۔ ان کے

تیاری ہونے میں سواری نوشاہ کی واسطے کتخدائی کے

۲۶۷ جب ہوئی جا بجا کی تیاری : دو ہزاران زمین کی منڈی تیاری

بس ہو سب ٹھاٹ تر سو جوڑ : پیڑ ور ریڑ کے لزو دم ہو د

لیکے نوجوان کو دو تار : ہے تمام عاشق ناکام

نکلا جوں گنج خانہ ویران : جیسے یوسف نیا اپنے زندان

بیت تی بس نہلا دہوا اوسکو : آرزو کی کھلا پلا اوسکو

۲۷۰ لا کیا اوتن لباس و پیرایہ : جیسے آرائش قمر پایہ

سج سج چہرہ زری تھا جوا : جن میں یک لخت زری بھرا

باسلیقہ ایک موقع پر : جڑ دئے تھے مرصع در گہر

جیکہ چہرہ بیچ اسکے روانہ تھا : آفتابی نہفتہ در مہتاب

جیوں سہرے کے بیچ تو چہرہ : گویا خورشید ابر میں چھپا

۲۷۵ لا بٹھائی مسند زریں : بیچ ٹھاٹ شاہیانہ رنگین

ہوئی تیاری جو سواری کی : ٹھاٹ سی ہو دعا ری کی

ع۱ واسطے ع۲ بڑے ٹھاٹ ع۳ سے ع۴ نہلا دھلا کر ع۵ کھلا پلا کر ع۶ تن پہن
ع۷ سہرے ع۸ ڈالا ع۹ سہرے ع۱۰ گویا ع۱۱ چھپا ع۱۲ بٹھائے ع۱۳ ٹھاٹ

رونقِ شمع اور چراغاں کی : بام و در گویا گلستاں[1] کی

اس طرف اُس طرف بہ بزم کو : بس عیاں کی تھی روشنی ہر سمع

تھا اُدھر تماشہ کہ جو جاتے تھے : پھول تازے بہت[2] لگاتے تھے

زہرہ و مشتری سے رقاصاں : بس تھرکتی[3] تھیں اور رقص کناں

نکلا وہ آفتاب و رو مہتاب : تھا[4] ادھر[5] آفتاب و ادھر مہتاب

تھا جلوہ گر آفتاب بزم غرور : ورنہ کیا ہوتا ماہتاب کا نور

نوبت و سازِ دھوم دھام تھا : عشرت و عیش خاص و عام تھا

جیسے[6] سارے وہ دھوم دھام ہوا : ہر طرف[7] لوگ کا ہجوم ہوا

شادمانی[8] وہ سدا و فرح و عیش : کی زمانے[9] کو رام و حلقہ بگوش

ذوقِ شادی تھا جہاں[10] کو بیکل : شوق و دید زمان کو بیکل

شوکت و شان تھا عماری[11] کا : خوب سامان تھا سواری کا

جانِ شیریں کا دل تھا پژمردہ : یعنی تھا وہ جوان دل افسردہ

شادیِ عالم کو اسکی ناکامی : کام دل ہو گیا تھا ناکامی

ق.

ع۱

ع۱ گلستان ع۲ بہت ع۳ تھرکتے ع۴ تھا ع۵ ادھر ع۶ جیسے ع۷ ہر طرف لوگ = چاروں طرف لوگ ع۸ شادمانی ع۹ زمانے کو ع۱۰ جہاں کو ع۱۱ عماری کا

۲۹۰ ایک کدورت کا نہ آئینہ تو : صاف رو دل اسکا ہوا اندوہ تھا
تھی نظر اسکی کو کہ چلنے پر : جان کا قصد تھا نکلنے پر
داغ ارنی تھا اسکا جانے : ایک پیاس عشق تھا بجا نے
لوگ وہ راہ دیدہ جاتا تھا : برق ساتھی نگاہ جاتا تھا
الغرض آخر ساتھ قدم بقدم : ہیت شاہ کو بسوئے صنم

داستان ہجر دلبر پری شہزادی میں وار جوان ناشاد کی مرنیکی

۲۹۵ جب کہ مٹے ہمدرد ہ جلے : شام سے تنگ ناگاہ چلے
از قضا یہی تنگ ندین : ایک جیسے تنگ تھا بیچین
وہ گلی تنگ تر جنید کی تھی : گویا دہلیز وہ عدم کی تھی
تنگ گلی ایک فتنہ باریک : بلکہ اس سے بھی تنگ اور تاریک
دو طرف جسکی تھے بنے ایوان : طاق کسری بھی ہر اک کی نشان
۳۰۰ اس میں تھا ایک ایوان فلک بلند : جسکو بخا تھا کہکشاں بی کمر بند
جس میں تھی ایک دو دو بی : جسکی ہکا سی نفس معدود

---

۱. اس پر ۲. جیلا ۳. لے چلے ۴. اسی طرح ۵. نالی میں ۶. تنگ جالی میں
۷. جن کے ۸. پھنگی ۹. بندگان سے

جسنے برسوں تھا شب و روز فغاں : نشست و گل مین نہین تھا جسکو امان

بستگی سینہ و بسنت اسکا تھا : کہ شکست پر شکست اسکا تھا

بول تھی دھوم دھام[1] کی وہ جھلک : بایہ فرتوت کی طرح لرزا[2]

جیتا اگوس کی ہوئی بے چہم[3] : بایا اسکا بدا ہوا از بسم

وہ جو فرسود و سودہ پیکر تھا : بس ضعیفی کی طرح درد سر کا

فرق پا سے جو آنکھ جھوٹ پڑا[4] : آسماں جیسا ایک ٹوٹ پڑا[5]

خشت و گل مین بنا کیا اسکو : لے کے پیچھے گیا کہاں اسکو

ناز سے آگے جیسے بافروش اٹھا : دل سے پر ایک کے سو زورش اٹھا[6]

کار بیرنگ سے ند رونق : ہاتھی تھا دنیا ہوئی عروسی

مہر بوان جو بالہ خستہ گی : جائی شادی تھی پہ ماتم کی

شہر مین ایک شیدا ناخوش تھے : لگی جو طرف غم کی آتش تھے[7]

اسکے کیا حال ہو رفیقان کا : چاک چاک اسکا جیب داماں تھا[8]

اپنے بیگسٹ و بیخبر تھے سب[9] : خاک بر سر خون جگر تھے سب

ع۱ دھوم دھام ع۲ لرزا ع۳ پیہم ع۴ جھوٹ پڑا ع۵ ٹوٹ پڑا ع۶ اٹھا
ع۷ پارہ پارہ ع۸ تھا ع۹ بے خبر

۳۱۵ اقربا و دوستاں گریباں چاک : تیں نہ چادر چھوڑ تیسے سر برہنہ
خلقہ بندا سے کیا بہ نالاں تھے : نوحہ زن لبک اشک ریزاں تھے
باپ نے بس جگر کو چاک کیا : زندہ اپنے کو زیر خاک کیا
خاک اٹھا منہ میں ڈالنے لاگا : سر و آہن نکالنے لاگا
خاکساری کا بیٹھ کر ایجاد : نظر و قرکاں سے بیٹھ فرہاد
۳۱۶ بیٹھ بھائی کو سر کو بیٹھ گیا : بس کمر کو پکڑ کے بیٹھ گیا
زندگی خاک میں ملی اسکی : تھیکے کھائی سو سب جلی اسکی
دیکھی جب ایسا حال پیر و جوان : کب رہی اس میں سیج ہے تاب و توان
جن و عمین بہ بہ مقدار تھا : شور و شوقا بچوم حشر تھا
خشت و گل سے وہ خاک کی جواں : گارتے لاگی باول نالاں
۳۱۷ سنخ خشت سی با مشقت و تاب : خاک سے نکلا وہ در نایاب
نکالا کوہر جو خاک اور گل سے : دست سے گوہر اور لعل و دل
قصہ کوتاہ جو نکلا مخنت سے : ہوئے بیخود سب دیکھ رقت سے

ع۱ اُٹھی ع۲ ڈالنے لگا ع۳ لگاتا ع۴ بیٹھی ع۵ بھائی ع۶ بیٹھ گیا ع۷ بیٹھی گیا
ع۷ دیکھی ع۸ رہے اس میں سیج ہے ع۹ شادی میں ع۱۰ کھا اڑنے لاگے
ع۱۱ نکالنے لگے ع۱۲ گوہر ع۱۳ ہوئے بے خود ع۱۴ دیکھو رقت سے

پاتو آیا تھا خود سواری مین : نفس اسکی رکھی عماری مین
جو تھے آئین از رہِ مذہب کے : کر کے جدت تمام رسوم شب کے
خویش اور دوست دل جلے اُسکو : سوئے آتش لیے چلے اسکو
نغمہ سنج وہ تھے ہمراہ ان دف زنے : ہوگئے ساتھ جو تھے ہمرہ دے
ڈوبی مہری جو تھی عاشقانی : ڈوبی جو سات تھے ہمانی
دل بریان و اشک ریزان تھے : آہ و حسرتی سب پریشان تھے
شعلہ زن دو بھی جو جانانہ : ہوا آتش کدہ تمام خانہ

داستان آگاہ ہونا اس حال کی دختر کا اور ارادہ ستی
ہونے پر ہونا اس دختر کا اس جان مین دینا

جبکہ پہنچی خبر وہ دختر کو : دل بریاں اسینے تہہ کو
یعنے ناکام و نامراد عروس : حسرت آلودہ سوگوار عروس
اٹھ کے عشرت سرا کا ستانہ : باولی ہو مزنگ پروانہ
جان دو دلکو جگر کو آتش دی : یعنی سب گھر کے گھر کو آتش دی

برچھا

ع۱ جمعیت ع۲ دل جلے ع۳ سوئے ع۵ وہی ع۶ جو تھی ع۷ جبکہ ع۸ دیئے ع۹ آلودہ
ع۱۰ اٹھ ع۱۱ گھر کے گھر

جب کہ جان و جگر کو آگ لگی : کیوں نہ شادی کے گھر کو آگ لگے

۳۴۰. بس اٹھا پردہ عروسی کو : آگ دی حجلۂ عروسی کو

خاک اٹھا سر پہ ڈالنے لاگی : آتشِ آہ لگا سینے لاگی

بسکہ چہرہ کو نوچنے لاگی : سر کے بالوں کو نوچنے لاگی

اپنے ناخن وہ گل رخسار : خار خار اس کو کر دیے یکبار

وہ جو تھا زیور اور پیرایا : خاک در خاک ہو گیا سارا

۳۴۵ پی جو آتش و بر آتش : بر سینے لاگی اسکے یک آتش

زلف کو درہم و برہم کی : نرگسِ شیشہ کو کیے حیران کو

ناخنیں تہ بہ تہ کیے ایسے : ہو گئے نیل گوں حنائی تھے

گلبدن پر تھا جس کے پیراہن : چاک تھا اس کا تا سر دامن

سر و پا گر برہنہ وہ مفتون : لیلی جو تھی سو ہو گئی مجنون

۳۵۰. بسکہ جینے سے اپنے تنگ ہوئی : پائے ناموس سے تنگ ہوئی

جان جینے سے جب کہ تنگ ہوا : پئے ناموس و ننگ جنگ ہوا

ع۱ جان و جگر ع۲ لگی ع۳ شادی کے گھر ع۴ اٹھا ع۵ سر پہ ڈالنے لاگی پسر پہ ڈالنے لگی ع۶ لاگی = لگی

ع۷ چہرہ ع۸ اپنے ناخن ع۸ اس کو کر دیئے ع۹ بھی ع۱۰ ناخنیں ہاتھ پاؤں کے ع۱۱ مجنوں

ع۱۲ جس کے جینے سے اپنے تنگ ہوئی ع۱۳ بر تنگ ہوئی ع۱۴ جنگ ہوا

ننگ و ناموس کا اٹھا پردہ[1] : دل پژمردہ چہرہ[2] افسردہ

ہو گئے پروانہ جان سپاری کا : یعنے وہ شمع سے ہماری کا

جھٹ گھڑی اسنی بے بہانہ ہو[3] : سوئے آتشکدہ[4] روانہ ہوئے

اپنے جانان کے ساتھ[5] جلنے کو : ذوق سی لاگی[6] جب نکلنے کو

شوق مثل پتنگ جلنے کا : ذوق تھا دلربا سی ملنے کا

بس خوشی سی نہیں سماتی تھی : کچھ نہ شرماتی اور لجاتی تھی[9]

نخل شمع سا جھولنے لاگی[10] : سوئے آتش[11] جو جھولنے لاگی

خائف و حکیم و دانایان : لاگے پڑنے[12] فسون بہ شایان

تا جو ہم الم سے فرد کریں : آتش شوق اسکی سرد کریں

برہمن ملتان جو تھے سرشار : نے ارشاد جو کئے مرشد وار

ہر طرح کی نوید دیتے تھے : بسکہ خوف امید دیتے تھے

وہ جو مست آشنائی تھی[13] : یعنے کافر وہ ماجرائی تھی[14]

گرم جوشی[14] کے سنکے باتوں کو[15] : مارنے لاگی سر پہ ہاتوں کو[16]

بی

ع۱ اٹھا ع۲ چہرہ ع۳ جھٹ گھڑی اس نے بے بہانہ ہوے ع۴ سوئے آتش کدہ

ع۵ ساتھ ع۶ لگی ع۷ ہیں ع۸ نہیں سماتی تھی ع۹ شرماتی تھی ع۱۰ جھولنے لگی ع۱۱ سوئے آتش جھولنے لگی ع۱۲ ہو گئے پڑھنے = پڑھنے لگے ع۱۳ تھی ع۱۴ گرم جوشی کے ع۱۵ باتوں کو ع۱۶ ہاتھوں کو

کہی کرت منع کری یکبار : سجدۂ بت کو نا کروں زنہار
مادر مہربان مناوی کی : یعنے اس رو سے کب پھراوے گی
جان کا اختیار کس سے ہے : کہ میرا جان میرے بس میں ہے
تیو تک جب رہوں میں زندہ : سرفکندہ و رو سیہ شرمندہ
یعنے افسوس اس تن زندہ : جب دلبر میرا رہوں زندہ
جان اپنا کروں اگر ایثار : اسمیں نام آوری اور وقار
تشنۂ جان ہی شمشیر ہو دلگیر : نہیں آتش تو زہر یا شمشیر
یعنے آتش میں نا جلوں تب میں : یعنے یقین ہر طرح مردگی میں
دوست کے بعد کیا میرا جینا : مرنا بہتر ہے یا میرا اسینا
بند ہوا انسو سیتی کرم خون ہو : غیرت عشق سے فسوں ہو
کچھ فسوں بند جب اثر کیا : مطلقاً اسکا کچھ ضرر کیا
یعنے وو اسکا کچھ ضرر جو : پہلے سے کچھ زیادہ درد جو
جو نہ پایا کام جو کر بند کیے : چارہ جوئی کی راہ بند کیے

۱. لی میں ۲. رہوں گی ۳. سر افگندہ ۴. اگر ۵. اس میں ۶. سے
۷. آتش میں نہ جلی گی میں ۸. مروں گی ۹. جینا ۱۰. پتھر ۱۱. سینہ
۱۲. کچھ ضرر ۱۳. کچھ -

بیدو افسون جو ہو گیا درہم :: بندھی نا چار حلقۂ ماتم

داستان بادشاہ کو خبر ہونی اور ستی ہونے میں ان کا کے

۳۸۰ جب کہ یہ ماجرا ہوا مشہور :: شہ کا ر آزما کے پہنچا حضور

دیکھے یک دختر پسندیدہ :: بر زمین زادی لبسکہ رنجیدہ

گرم و سرد زمانہ نا دیدہ :: لیکنے ناشاد و بخت گردیدہ

نوجوان نو عروس شاکر میں :: لب جس میں و شکیباں و تمکین

ہر دو دیدہ بہ مہد عصمت سے :: نا رسیدہ بجنبش عشرت سے

۳۸۵ شیر کی نقل ہے جس کے لب نہ ہنوز :: جیسے جگر لیش و تشنہ دہن ہنوز

ہے یک توفیت کی جو شش :: و تیل جس کے کہ نہیں مدہوش

اسکے تیں بھی ہے آج مرنے کو :: لیکنے آمادہ ستی ہونے کو

سوز در ستی وہ ہو کہ مستانہ :: رکھی ہمت سے اپنے مردانہ

مست بے خود ہے مثال پروانہ :: عزم راکھی ہے جلنے مستانہ

۳۹۰ عشق سے دل رکھی آتش گرم :: نہیں ہوتا کسو وجہ سے نرم

[illegible]

۱ بندھ ۲ بادشاہ ۳ ہونے میں ۴ اس پہ بیٹھی ہے ۵ آج مرنے کو ۶ دل سے

۷ رکھی ۸ بے خود ۹ راکھے ۱۰ رکھے ۱۱ کسو نہ کسی

دلمین جسکی ہوا سرتی نین : اپنے بیگانے سی خبر نئین
کسوکی بات مانتی ہے نین : بجز آتش کے جانتے ہی نین
پر جلے بن نرہنے پاوے گی : اسکے تانہ اکو جلاوے گی
دیکھی جو بیقرار ہوتا ہے : ایکجہان زار زار روتا ہے
حیف کہاتے ہین دوانی پر : بینے افسوس اس جوانی پر
سن کے شہ تی ماجرا رویا : ہو دل افسردہ بس خفا ہویا
روکہا درد دیہ ہانی ہے : عشق کی ساری کاروانی ہے
جبکہ لاتا ہی رام مین اپنے : اسکو لاتا ہی کام مین اپنے
الغرض ہیران ہو سلطان : کردیا حکم امتحان فرمان
بینے اس شہزاب کو بلوایا : باریابی کا حکم فرمایا
تب ارت بوہ اغتیب کا فر : تھا آتش کے آتشین پیکر
ہوئی خرمان جو شعلہ آتش : نابہ لیکے جا و تودہ آتش
شعلہ رو قدکو اپنی خم کیا : تھی جہان سجدہ گاہ عالم کی

ع۱ دل میں جس کے ع۲ بے گانے ع۳ نہیں ع۴ کسی کی ع۵ پھر جلے بن نہ رہنے پائے گی
ع۶ ساتھ ع۷ دیکھے جو بے قرار ع۸ ایک جہاں ع۹ کھاتے ع۱۰ دوانی ع۱۱ سنتے ہی
ع۱۲ رو کہا درد یہ ع۱۳ عشق کی ع۱۴ ہے ع۱۵ جو ع۱۶ جوں ع۱۷ باتھی ع۱۸ آگے ہی
ع۱۸ تھی

الٹے پیٹ شاہ ہوا کے : تخت کی پاس سکو بٹھلائے
سربرگراپنے شاہ نے اُس کا سر : نوازش سیتی شاہ نے کہہ کر
دختر وزیر کر خصائص اوسکے : خلعت عصمت سراین خاص لیے
خاص کر خطاب رانی کا : کشور ہند کا رد رانی کا
اسپ تازی ہزار فیل ہزار : خلعتیں اور متاع وزر بسیار
دے کنیزان بہت خطائی : آشنا ہوئے آشنائی کے
حقہ یاقوت اور گوہر کے : نافے اکثر ختن و فرنگ کے
جنس قسم قسم سے ہاتی تنگ : کی عطا فیل دستا ہی تنگ
ایک عالی محل وہ مرد رند : ایک لشکر طوطی محرم پروانہ
دکھ سو خیر خبر بری خواہش کی : جان تمنا ہوا ہے آتش کی
لب سے نکلے تھا گوہر آتش : رگ و پے میں بہا جوہر آتش
داستان اجازت دینے میں بادشاہ کی اور روز نو سو تمیں اس کا دیکھ
تب سے دلجوئی سے بہت تورا : اپنے رشید منہ نہیں موڑا

بدل

ع۱ بٹھلائے ع۲ ہاتھ ع۳ رکھ ع۴ دختروں میں ع۵ ایسے ع۶ کشور ع۷ بسیار۔ بہت زیادہ
ع۸ خطائی کی ع۹ آشنائی کی ع۱۰ ایکی ع۱۱ تھے ع۱۲ تھی کی ع۱۳ تھا ع۱۴ ہوئے میں
ع۱۵ رخ ع۱۶ توڑا ع۱۷ نہیں موڑا

یعنے ہر طرح سے کری تھی بحال : دل سے اسکی اٹھا نہیں وہ خیال

تب اجازت دیا نہ اسکو دل : دولت یک اسکو ہوتی حاصل

کوئی صبح و وقت سے دلنوازی تھے : مژدہ سرگرم سوزی آتش تھے

نت اسکو نہیں کہیں بے چھوڑا : چارہ جوئی سے کچھ نہیں چھوڑا

۲۰ دیا ہر چند تہ نے داد و داد : ہوا بند وہ لب فریاد

شہزادہ کو شادہ ہوا یا : کانہیں اسکا لب فرمایا

کان سبز اور افسر و ہم تخت : کرائی جشن و چراغ دولت و بخت

کان آتش نے اسکو پہنچایا : ہر طرح اسکو خوب سمجھایا

دلنوازی میں مت کمی کیجو : نرمی کی بو مت کمی کیجو

۲۵ گر تو نے کچھ اسکا دل نہ لیا : یا کہ شعلے کی طرح لے گری

پردہ ہو جا کہیں اسکا یا در ہو : سر برہ میں نہ اسکے تا صر ہو

یعنے سمجھے تو خوب سمجھا دو : یعنے جلنے پہ ہو تو جلوا دو

خرمن صندل کو بند بندھوانا : اسکو رانیوں کی طرح جلوانا

ع۱ دل سے اس کے اٹھا ع۲ چھوڑا ع۳ کچھ نہیں چھوڑا ع۴ بند ہوا ع۵ کان میں
ع۶ دلنوازی میں ع۷ کچھ ع۸ حالت میں ع۹ سربراہی میں ع۱۰ بندھوانا

شہریار کے دودماں کا چراغ : ترف رخصت سی شاہ کے ہو فراغ

سب الارشاد اور ایمان کے : ہو گیا ساتھ ناتشکیبا کے

ہر قدم میں پیام فرماتا : تھا دلاسے کو کام فرماتا

رہ میں افسانے وہ سناتا تھا : رخش اپنا تمہاتا جاتا تہا

ہر طرح سے لبھاتا چاہے تہا : دلکو اسکے پھرانا چاہت تہا

لیک اسکو نہیں تھی ہوش زری : شوق آتش سے محو بے خبری

نہ لیا کچھ فسوں سے دل نرمی : مرد مطلق نہ اسکی ہوئے گرمی

جو ہیں وہ چونک ہوش میں آئے : دن ڈہلا دیکھ جوش میں آئے

شاہزادہ سے یہہ کلام کیا : حیف کل روز تمہنے شام کیا

صبر کب تک کرے وہ یار میرا : یعنی کب تک ہو انتظار میرا

کب تلک ہووے خاکساری میں : سرد آتش ہو انتظاری میں

دل ہے مست عشق وا شوقاہ : ہر بن مو ہی میرا آتش گاہ

میں ہوں روشن نہاد مستانہ : جیسے پر وبال میرا پروانہ

۱۔ شہریاری کے ۲۔ ساتھ ۳۔ راہ میں ۴۔ تھماتا جاتا تھا ۵۔ ہر طرح سے لبھانا چاہے تھا
۶۔ ہر طرح سے لبھانا چاہے تھا ۶۔ دل کی ۷۔ بے خبری ۸۔ جو ہیں ۹۔ ہوش میں
۱۰۔ دن ڈھلا دیکھ ۱۱۔ جوش میں ۱۱۔ تمہیں نے ۱۲۔ کب تلک = تک۔ ہووے ہوئے
خاکساری میں ۱۳۔ مونہ ہے

مین جو وہ اگرچہ ٹل جانا : آخرش اسکا ابھی جل جانا

الغرض تھے جہان وہ آتشکدہ : پہنچا ہمراہ اسکے شہزادہ

امتحان کرنے اسکی محبت کو : دیکھا کچھ کمی نہ حجت کو

سوز دلکا جو اپنے تھا بھڑکا : پاسکا دیے گلاب کا بھڑکا

داستان اجازت دینے مین شاہزادی آتش فروز کو درجلنے مین اسکے

شاہزادے نے جب ہوا ناچار : حکم آتش کا کر دیا ناچار

بافسوس و آہ رخصت دی : آتش افروز کو اجازت دی

جیسے آتش کہا بیتا دیا : صندل و عود و اگر جا دیا

جو تھے فرمان پذیر اہل کار : نقد جان تھے بکف لیے تیار

حسب الارشاد شاہزادے کے : طرف آتش کے دوڑے مل سارے

مجمر آیا وہ عود و عنبر کا : آشیانا بنا سمندر کا

پہلے مرد کو دہر دئے آئین : اس سمندر کو مرد دے آئین

وہ صنم دیکھ باغ باغ ہوئے : دود عنبر سے خوش دماغ ہوئے

ع۱۔ ٹل جانا ع۲۔ پہی ع۳۔ دیکھی کچھ ع۴۔ سوز دل کا ع۵۔ بھڑکا ع۶۔ گلاب ع۷۔ شاہزادے نے ع۸۔ افروزی کی ع۹۔ شاہزادے کے ع۱۰۔ دوڑے ع۱۱۔ مجمرا ہالہ ع۱۲۔ اس میں ع۱۳۔ دیکھ باغ باغ ۔

اٹھکے جاگا ہے اپنے وہ شیدا : حالت وجد ہو وے ایسے پیدا

وو من تشکر و تمنا لگی کرنے : تہ دل سے دعا لگی کرنے

کہ ای وارث نگین و کلاہ : مہر انور وہ ذرہ پرور شاہ

کوکب اقبال رخش کے تیرے : ہو سپند ستم رخش کے تیرے

جان و دل ہے کرم کا پرورد : ہمیں جون ادنا ترین تیری برد

شاہ بدلے میں اسی احسان کے : کیا ہو سکتا ہے اس لسان سے

تخت و دولت تیرا رہے تہندا : یعنے دولت سر رہے تہندا

روز افزون ہو جاہ و حشمت ہو : اس دو دنی یہ راج دولت ہو

دی دعا شاہ شاہزادی کو : کی وداع دو من شہزادہ کو

بعد ہونے لگے وداع سب سے : مرتبے ہر ایک کے ادب سے

سرخ لب ان کے سے سرمہ آنکھوں میں : تہا جو مستی کا نشہ آنکھوں میں

نظر مست اسکی پر آتش رہ : دیکھ جسکو کرے خندر آتش

شوق سے دل کی جب ہوئی بیتاب : ہووے گرمی سے جیسے آتش آب

ع۱ اٹھ کے ع۲ ہوئے ع۳ پیدا ع۴ میں ع۵ ہوں سپند ستم ع۶ ادنی ترین ع۷ ایسی
ع۸ تھنڈا = ٹھنڈا ع۹ ادب ع۱۰ [illegible] ع۱۱ شوق سے دل کے جب ہوئے بیتاب
ع۱۲ ہوئے

وصل رہیں پانو سینے سیر کیے : اپے آتش سوں پتل سر سر کے

گلگی مانند وو بوجھا گف ہا : خون سوں سکلیتے تہا جانا نہ

ہوو آتش چھپا اسدا فسوں : نن ہوا اسکا آتش میں فانوس

دیں جو آتش سوں جوان دل رو : بھڑا آتش کا خوب جیسے گلشن

سر سو ریے دانت کے زانو پر : لپیٹ منہہ سوں منہہ کو نہیں کر

قتل ان رہا کے کپٹ انگیٹھ : نگت اسکو رہیں آنچ آئے

وصل جانان اپنے بھول گئی : بائی جانان سوں جان بھول گئی

دونوں ان اپسے اتشیرہ جو ہے : یعنی ہم جسم و ہم مزاج ہوئے

شاہزادہ کا دل جو تھا بھڑکا : اس قدر کے گلاب کو چھڑکا

یعنی مانند ابر رو ڈالا : اشک حسرت سے منہہ کو دھو ڈالا

نیند میں جب اپنے دل کو نہ سکا : سو آتش سوں تب حجاب گیا

اور کہا شہزادے عاشق دل : عشق کے بابی خوب ہی منزل

لینا لک اپنے کام کو پہنچے : اس حوتے کے نام کو پہنچے

ع۱ رہ میں پاؤں سے سر کے ع۲ گل کے ع۳ ہوئے ع۴ بھولا ع۵ شہزادے کے
ع۶ اب برابر ع۷ کھینچ ع۸ انگیٹھ ع۹ اس نے ع۱۰ بھول گئی ع۱۱ بھڑکا
ع۱۲ گلاب کی چھینٹ کا ع۱۳ رو ڈالا ع۱۴ دھو ڈالا ع۱۵ دل کو ع۱۶ سو گئے آتش
ہوئے حجاب گیا ع۱۷ سمجھو کے

تیرے غم سے ہوا ہے مہر خراب : اب بھی آتش سے نکلے تو تو آب
بستر آتش سے دیکھ نہ دی ہمکو : کچھ بھی آرام و شکیب تو دی مجھکو
تو جو گرمی آتش سے اپنے ابھی گذر : باہر آتش سے ابھی اچھل جگر
شاہزادی کا یہ سخن کر گوش : ہوئے تعظیم کر روانہ ہوش
یوں بسوز و گداز لب کھولی : بصد عجز و نیاز لب کھولی
کہ ای کامل عیار دانش کے : یعنی ای نکتہ سنج بینش کے
نہ یہ تحسین و آفرین کیجیے : داد کو میرے نہ بخبر غمین کیجیے
یعنی مت کیجیو خفا شتابا : رنج مت دیجیو ستا شتابا
بعد مدت کے جو یہ ہوا ہے وصال : یعنی یہ گویا وصال خواب و خیال
یعنی دم وا پسین وصال دوست : ایک دم یک نظر جمال دوست
سالہا اشتیاق میں گذرے : یعنی مدت فراق میں گذرے
اب لگا ہاتھ ہے میری وہ گنج : یعنی پائی ہوں اب جسکی رنج
اسکی دامن کو اب نچھوڑونگی : منہ نہ اس راہ سے مروڑونگی

ع۱ دکھ ع۲ ہمکو ع۳ کچھ بھی ع۴ مسکو ع۵ مجھکو ع۶ گذر ع۷ شاہزادے کا یہ
ع۸ گداز ع۹ سنبش ع۱۰ کیجیے ع۱۱ کیجیو ع۱۲ گذرے ع۱۳ اب لگا ہاتھ ہے میرے
وہ گنج : یعنی پائی ہوں اب اسی پر رنج ع۱۴ نہ چھوڑونگی ع۱۵ مروڑونگی

یہ نہ راہ صواب لوگی مین : عشق کو کیا جواب دوگی مین
راہ مین عشق کی کسے سر ہے : بے خبر اپنے سے وہ اکثر ہے
اسکے لب گو کہ گفتگو مین تھے : رنگ تھے آتشین گرد مین تھے
قصہ کوتاہ یہ ڈہب سے کرکے کلام : اسے لی اپنے بغل مین آرام
کھینچے آتش سی بغل مین تنگ : ایک لحظے مین ہو گئے ہم رنگ
صاف تن اسکا ہو گیا شعلہ : جا کے شعلے سے مل اٹھا شعلہ
بسکہ تھے ہم کنار و پہلو دوست : موج آتش مین مارتے تھے رگ و پوست
خم سے ساگر سے وجود تھا جوش : لب تھے پیمانے کی طرح خاموش
کبھی نہ آتش سے وہ بھر آئی رو : نہ ہوئے پہلو تھے دوسری پہلو
جل گئے جب سے آسرا آتش مین : وصل پایا سراسر آتش مین
اپنے سر کی وہ لے سنی سب کی : تھی وہ قابو جو اپنے مطلب کی
عشق کا خوب مان یان رکھا : جانکہ جسنے تن آن رکھے
بھلے رے عشق رونمائی تری : بھلے رے عشق آشنائی تری

۱۔ بولا گی میں ۲۔ دول گی میں ۳۔ بے خبر ۴۔ گفتگو ۵۔ تھے ۶۔ گرد میں تھے
۷۔ یہ ڈھب سے ۸۔ کھینچے ۹۔ اسے بغل میں ۱۰۔ ایک ساعت میں ۱۱۔ اٹھا
۱۲۔ بس کہ تھے ہم کنار ۱۳۔ تھے ۱۴۔ بھر اٹھے ۱۵۔ نہ ہوئے پہلو سے دوسرے پہلو
۱۶۔ اپنے سی کی وہ لے سنی مطلب کی ۱۷۔ سب کی سن اپنی کر
۱۸۔ تھی ۱۹۔ رکھے ۲۰۔ بھلے ۲۱۔ آشنائی

روزنے میان آب و تاب تیرا :: مارتے دم ہین شیخ و شاب تیرا

:: بکیان تنگ نظیر دل جوئی ::

:: لب ہیان بہتری ہے خاموشی :: ۵۰۷

تمت تمام شد

ع۱ مرقوم بیست و نہم ماه جمادی الاول روز پنجشنبه بسن ہجری نبوی مقدسه سنہ ۱۲۸۰

من نوشتم صرف کردم روزگار

من نمانم خط بماند یادگار

[illegible]

ع۱ مرقوم بیست و نہم ماه جمادی الاول روز پنجشنبه در سن ہجری نبوی مقدسه سنہ ۱۲۸۰ھ

روز پنجشنبه ۲۹ ماه جمادی الاول سنہ ۱۲۸۰ھ